182

ے منزل

واتبع سبیل من اناب الی القرآن

INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES

ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی

درس قرآن

از مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ
ایم اے آنرز (الازہر)

فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ (القرآن، ۲:۳۹)

ترجمہ: پس آپ عبادت کریں اللہ کی خالص کرتے ہوئے اُس کیلئے اطاعت کو

تفسیر: شرک ایک ایسا گناہ ہے جس سے بڑا اور بُرا کوئی دوسرا گناہ نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرتا ہے اور ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی بھی اطاعت و پرستش کرتا ہے اس کی ساری نیکی اکارت جائے گی۔ اس لیے یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ اپنے خالق حقیقی کے بغیر کسی کی بندگی کا تصوّر تک کرنا اور اپنے بادشاہِ حقیقی کے احکام کو نظر انداز کر کے کسی غیر کی اطاعت کا دم بھرنا مردِ مومن کے لیے زیبا نہیں بلکہ ایسی حرکت کے ارتکاب کے بعد اس کا نام اہلِ ایمان کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

منجانب

دینی، مذہبی، تاریخی، درسی کتب اور بچوں کی پیاری پیاری کتابوں
دیدہ زیب کارڈوں اور سامان سٹیشنری کا مرکز
طفیل بک ڈپو
نزد مسجد المینار ٹنچ روڈ راولپنڈی کینٹ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی کا ترجمان

سوئے منزل

دینی و اصلاحی مضامین کا مجموعہ

کتابی سلسلہ نمبر ۲

زیر نگرانی
سید ریاض حسین شاہ
ایم اے

مرتبہ
رضا فاروقی
ایم۔ ایس سی

انتظامیہ
عبدالقیوم۔ طارق محمود احمد
خالد مفتی۔ شاہد محمود۔ زاہد علی
شوکت علی

ترسیل زر کا پتہ
محبوب سبحانی
القریش فرسٹ ایڈ سنٹر
۹۶۲-۲/۴ عزیز آباد
ڈھوک بھالا شاہ راولپنڈی

قیمت: ۲/۔ روپے

کتابت: محمد رفیق گجراتی

مندرجات

صفحہ

نشانِ منزل از سید ریاض حسین شاہ۔ ایم اے	۲
شذراتِ فکر انگیز از ظفر اقبال نوری۔ ایم بی بی ایس	۷
حق دارِ حبّ و عشق از سید ریاض حسین شاہ۔ ایم اے	۱۱
تبصرہ کتب۔	۱۶
قرآن اور تصورِ عدل۔ از محمد شریف سیالوی۔ ایم اے ایل ایل بی	۱۷
سلطان العارفینؒ اور اقبالؒ۔ از نبی احمد لودھی۔ ایم اے (جرنلزم)	۲۷
اسلام میں عورت کا مقام۔ از مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ	۴۰
اکابرینِ ملت کی عظیم خدمات اور ہم۔ از طارق محمود احمد ایم بی بی ایس	۵۱
دین کے آئینے میں۔ از حافظ القرآن والحدیث علامہ سید جلال الدین شاہ	۶۳

شائع کردہ
خط و کتابت کا پتہ:۔ شعبہ تالیف و اشاعت
ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی
پوسٹ بکس نمبر ۸۰۹ راولپنڈی

ذخیرہ جمیل احمد

168

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشانِ منزل

59557

اس وقت ہمارے دور کا سب سے بڑا مسئلہ عالمی بے چینی اور اضطراب ہے ہر شخص اپنی انفرادی زندگی کو کسی حد تک مختلف سہولتوں اور آسائشوں سے آراستہ کر لینے کے باوجود اپنے آپ کو مہیب خطرات، المناک مصائب اور کرب انگیز تکالیف میں گھرا ہوا پاتا ہے۔

مادی زندگی کے روح فرسا ہتھکنڈوں اور حیات سوز آتش نے انسانی کردار کو اس قدر مسخ کر دیا ہے کہ شرافت اور نیکی کی تمام اقدار پائمال ہو رہی ہیں۔ اعلیٰ اخلاق عنقا اور محبت و خلوص مفقود ہو رہے ہیں۔ آدمیت حیوانیت کا روپ دھار رہی ہے۔ لالچ اور طمع کے بے رحم ہاتھ معصوم انسانیت کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔ خودپسندی اور آپ پرستی کا عالمگیر طوفان بڑی سنگدلی سے انسانی معاشرہ کو کھنڈرات میں بدل رہا ہے۔

اقوام کے خودساختہ قوانین اور اطوار نے آدمیت اور بشریت کا نہور خاک میں ملا چھوڑا ہے۔ حکمرانوں کی بے جا تعلیّوں اور فرعونی عادات نے دُنیا کو زندان نظیر کر دیا ہے۔ اکثر بڑے چھوٹوں کو اور امیر غریب کو کاٹ کھانے کے لیے تیار ہیں۔

ریاستی زندگی میں بڑے ممالک کو توسیع پسندی کا عفریت

Marfat.com

بڑی طرح کاٹ رہا ہے۔ سیاسی مقتدر اپنے اقتدار کی چولیں مضبوط کرنے کے لیے عوام کو چھیل کاٹ کر اُنہیں خدا کے بجائے اپنا بندہ بنانے کے درپے ہیں۔ دنیا کی عمومی آبادیاں فسادفی الارض کی روش اختیار کی ہوئی ہیں۔

عام انسان ہے کہ امن و چین، سکھ اور سکون کی تلاش کے لیے ہر اُس تحریک کی طرف بڑھتا ہے جو تعمیر کی داعی بن کر سامنے آتی ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ تعمیر کے نام پر تخریب کی جاتی ہے اور رہبری کے عنوان سے رہزنی کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ سادہ لوح انسان روشنی کا متلاشی ہو کر چمکتی چیزوں پر نثار ہونا چاہتا ہے لیکن کیا معلوم کہ ہوا و ہوس اور کذب و عیاری کی آگ چمک تو رکھتی ہے۔ لیکن حقیقت میں اس کی آنچ انسانوں کو ندرِ ہلاکت کر کے چھوڑتی ہے۔

ہم جذبات سے نہیں احساسات کا وسیلہ اختیار کرتے ہوئے مظلوم انسانیت، بربریت کا شکار آدمیت اور لٹی پٹی بشریت کو اس۔ اضطراب کی علت اور بے چینی کی وجہ بتاتے ہیں کہ یہ سب کچھ نظامِ نبوّت سے فرار کا نتیجہ ہے۔

اپنے ہوں یا بیگانے انہیں یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیئے کہ انسانوں کے سچے اور صادق ہمدرد وہی ہیں۔ جنہیں انبیاء کہا جاتا ہے اور انسانی رہنمائی کا اٹل اور واضح ضابطہ وہی ہو سکتا ہے۔ جیسے خالق کائنات نے خود بنایا ہو اور انبیاء کی وساطت سے عموماً اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت

Marfat.com

سے خصوصاً انسانیت کو عطا کیا ہوا ہو۔

تاریخ گواہ ہے زمانہ شاہد ہے کہ الہامی قوانین سے وابستگی میں حیات مُضمر ہے اور اُن سے برگشتگی کا نتیجہ موت ہی موت ہے۔

اے دنیا بھر کے بھولے بھٹکے انسانو!

ہم اپنے لیے نہیں تمہارے لیے نہیں اُس صحیفۂ انقلاب کی طرف دعوت دیتے ہیں جو صرف دعویٰ نہیں دلیل بھی ہے جو فقط نظریۂ نہیں عمل بھی ہے۔ ایسا صحیفہ، ایسی کتاب ایسی دعوت جس نے چشم زدن میں عالم بشریت کی تقدیر پلٹی۔ جس نے رفعت و عظمت، عزت وکرامت اور تغلب وتمکن کے سربستہ رازوں کو عیاں کیا۔ جس نے فلاح و نجات کے مضراب پر ہاتھ رکھ کر جہاں میں آزادی و حریت کے نغمے بکھیرے۔

ظالموں کے ہاتھ کاٹنے، جابروں کو مجبور کرنے، سرکشوں کو مطیع بنانے، مظلوموں کی داد رسی کرنے اور مفسدوں کو درسِ عبرت دینے کا ایک ہی راستہ ہے فقط ایک ہی طریقہ کہ دُنیا بھر کے انسان مُحسنِ انسانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیں۔ اور اپنی زندگیوں کو اُن اصولوں کے مطابق ڈھالیں جن کی تلقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو۔

اگرچہ وحی و الہام کا تعمیری پروگرام عام ہوتا ہے اور نظامِ انبیاءَ متاعِ انسانیت ہوتی ہے۔ لیکن اِس کی اثر آفرینی اُسی نسبت سے ہوتی ہے۔ جس نسبت سے انبیاءَ کے

Marfat.com

پیروکاران ما بعد عظمتِ کردار اور عشقِ اصلاح کے نمونے پیش کرتے ہیں۔

مذکورہ صدر علت ہی کی بناء پر ہم قرآنی تعمیری نظام کو عام کرنے والے مسلمانوں سے بھی یہ عرض کرنا مناسب سمجھیں گے کہ ایمان و ایقان اور بےحسی وجمود دو متضاد چیزیں ہیں۔ یہ کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں اپنے لیے نہ سہی مظلوم انسانیت کے لیے بیدار ہو جائیں۔ تمہیں اغیار کے دروازوں سے فکری دریوزہ گری کے بجائے شجرِ نبوت سے منسلک رہنا ہی زیب دیتا ہے۔

ایمان چند حروف ادا کر دینے کا نام نہیں چند معمولات کا اپنا لینا ایمان اور اسلام نہیں کہلاتا بلکہ ایمان اور اسلام تو خدا اور رسول کو تسلیم کر لینے کے بعد اپنی زندگیوں کو خدائی اور رسولی مقاصد کے لیے وقف کر دینے کا نام ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دلِ ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل ونگاہ کا ایمان وہ انقلابی کلید ہے جس سے تقدیر کے بند تالے کھولے جا سکتے ہیں۔ وہ سینے جو ایمان کا برقی اثر قبول کر لیتے ہیں۔ ان کی ہر دعوت تعمیرِ عصر کا پیغام لاتی ہے۔ زمانہ اُن کے دروازے سے بھلائی کی بھیک لیتا ہے۔ ارض و سما اپنے خزانے ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں۔ کائنات سمٹ کر اُن کی قناعت میں صید بننا چاہتی ہے۔ زندگی تطہیر کا سبق لینے اُن کی شاگرد بنی آتی ہے۔

Marfat.com

نظام نبی کے امینو اور چراغ تقا کے پاسبانو! زمانہ، وقت اور دور اصلاح و انقلاب کے لیے تمہارے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ اگر تم خواب غفلت میں مدہوش رہے تو خدا کی کچہری میں اللہ نہ کرے تمہیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور کوئی بعید نہیں کہ دنیا میں بھی اللہ نہ کرے تم پر اندلس کی تاریخ دہرائی جائے۔ اگر آپ ندامت و پشیمانی سے بچنا چاہتے ہیں تو مادی مصروفیات کو ترک کر کے عزم و عمل اور ایقان و ایمان کی مشعلیں روشن کرنے میدان جہاد میں اتر آئیں۔

جان تک دے دو کرو نہ پیروی ابلیس کی
جہاں میں زندہ رہنے کی اک یہی تدبیر ہے

سید ریاض حسین شاہ

ناظم ادارہ تعلیمات اسلامیہ -- ۲۹ اگست ۱۹۸۰ء

ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی نے جدید تعلیم یافتہ طبقے تک اسلام کے زریں اصولوں کو پہنچانے کے لئے دینی فکری اور اصلاحی تحریروں پر مبنی "سوئے منزل" کے نام پر سلسلۂ مضامین کا آغاز کیا ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو دو تین ماہ بعد "سوئے منزل" کتابچہ باقاعدگی سے موصول ہوتا رہے تو آپ کم از کم دس روپے بھیج کر باقاعدہ رکنیت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح آپ کی بھیجی ہوئی رقم کے مطابق آپکو "سوئے منزل" ملتا رہے گا۔ (ادارہ)

Marfat.com

شذرات فکر انگیز

از محمد ظفر اقبال نوری۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (متعلم)

یارو عجیب لوگ ہو!

سورج کو مانتے ہو اُس کی حدت سے انکار کرتے ہو۔
چاند کو مانتے ہو اُس کی چاندنی سے انکار کرتے ہو۔
پانی کو مانتے ہو اُس کی روانی سے انکار کرتے ہو۔

خداوندِ قدوس کی الوہیت کے قائل ہو مگر اُس کے احکام کی تعمیل سے کتراتے ہو۔
محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دعویٰ محبت کرتے ہو مگر انکی اتباع کرتے ہوئے ڈرتے ہو۔
دینِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سمجھتے ہو مگر اس پر عمل کرنے سے ہچکچاتے ہو۔
اخلاقِ قرآنی کو زینت انسانی تصور کرتے ہو مگر ان کو اپناتے ہوئے گھبراتے ہو۔
نماز کو حکم خداوندی اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرتے ہو مگر اسے ادا کرنے میں سستی کرتے ہو۔

حیرت ہے!

یومِ حساب اور دوزخ کی آگ پر یقین رکھتے ہو مگر مسلسل گناہ بھی کئے جاتے ہو . . .
شیطانِ لعین کو اپنا دشمن جانتے ہو مگر اُس کی پیروی بھی کرتے ہو۔
اللہ کے بندو! یہ دورُخی کب تک چلے گی . . . . اس سے پہلے کہ ہیں موت آن گھیرے آؤ اس دورنگی کو چھوڑ کر یک رنگ ہو جائیں۔ اطیع اللہ واطیع الرسول کے پابند ہو جائیں۔

(۲)

رازِ حیات کو سمجھنا چاہو! —— تو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا سیکھو . . . .
کامیابی کے خواہاں ہو تو ناکامی کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھو۔ رفعتیں چاہتے ہو تو پستیوں

Marfat.com

سے باخبر رہو ——— محبت کا صلہ چاہتے ہو تو راہِ وفا میں جان دیکر دیکھو ———
رنگینیٔ حیات سے لُطف اندوز ہونا چاہو تو ایک ایک لمحے سے عطرِ حیات کشید کرو ———
منزلِ وفا کے پھولوں کی مہک سے اپنی سانسوں کو معطّر کرنا چاہو تو ننگے پاؤں کانٹوں کی نوک پر چلنا سیکھو ——— مصائب و آلام کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرانا سیکھو ———
منزل اُن لوگوں کا بڑی بے قراری سے انتظار کرتی ہے جو تیرہ و تار راہوں میں ——— جوان امنگوں اٹل ارادوں اور پہاڑ عزائم کے دیپ لیکر ——— بڑے سکون تحمل اور تسلسل کے ساتھ محوِ سفر رہتے ہیں۔

(۳)

محبت وہ پاکیزہ اور مقدس جذبہ ہے جو کائنات کے ذرّے ذرّے میں روح کی طرح موجزن ہے .... محبت دلوں کو خلوص جذبوں کو سچائی اور روحوں کو پاکیزگی عطا کرتی ہے۔
محبت حُسنِ فطرت ہے ... فطرت حُسن ہے ۔حُسنِ ظاہر، حُسنِ باطن، حُسنِ نظر، حُسنِ فکر، حُسنِ کردار، حُسنِ گفتار، حُسنِ ایثار، حُسنِ ادا، حُسنِ وفا، حُسنِ حیا سب کے سب گلستانِ محبت کے خوش رنگ پھول ہیں۔ جن کی مہک فیضانِ محبت کا پتہ دیتی ہے اور فیضانِ محبت ادراکِ انسان کو عرفانِ حقیقت کا راستہ دکھاتا ہے۔ اس لیے اے عزیز! اگر تو عرفانِ ذات چاہتا ہے عرفانِ حقیقتِ کائنات چاہتا ہے اور عرفانِ صفاتِ الٰہیہ چاہتا ہے تو محبت کے آستانِ قدس پر جبینِ عقیدت رکھ دے کہ محبتِ خدا جو بھی ہے خدا نما بھی اپنا سب کچھ محبت کی نذر کر دے یہ دین و دنیا میں تیرا سہارا بن جائیگی۔

(۴)

محبت تیرا دستورِ حیات ہو .... وفا تیرا طریق ہو ——— خلوص تیرا رفیق ہو ———
ایثار تیرا راستہ ہو ——— پیار تیرا نشان سامان ہو اور عشق تیرا راہبر ہو ——— تو واقعی تو ایک قابلِ قدر انسان ہے کائنات میں پھیلے ہوئے دکھوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لو ہر کسی کو پیار دو ——— ہر ایک سے محبت کرو ——— نفرتوں کے خارزاروں میں

Marfat.com

الفتوں کے پھول کھلاؤ ـــــ راہِ محبت کی تلخیاں برداشت کرتے چلو ایک دن سارے جہاں کے محبوب بن جاؤ گے ـــــ

(۵)

اگر تم اپنی ذات اور مرتبے کو بھول کر مقصدِ حیات کے حصول کے لیے تنہا نہ روز معروفِ عمل رہو گے ہر رفیقِ سفر کو اپنے سے بہتر سمجھو گے۔ اس کے دُکھ کو اپنا دُکھ اور اس کے غم کو اپنا غم جانو گے ـــــ نفرتوں کے کانٹوں کے جواب میں محبتوں کے پھول بکھیرو گے ـــــ اپنے خلوص کو صلۂ وفا کی تمنا سے نا آشنا رکھو گے تو ـــــ

تمہاری شخصیت کی عظمت کا مینار خود بخود بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔ ایک زمانہ تمہارے نام کا احترام کرے گا اور تم صدیوں تک لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن کر زندہ رہو گے ـــــ لیکن اگر . . . . . تم نے اپنے آپ کو مصنوعی برتری کے خول میں بند کر لیا۔ ہمسفروں کی خامیوں کی تلاش میں رہنے لگے۔ رشک کی بجائے حسد تمہارا ساتھی بن گیا . . . . . دوسروں کی تعریف اور اپنی غلطیوں کی نشاندہی تم برداشت نہ کر سکے تو تمہاری ساری جدوجہد محنتِ شاقہ اور قوتِ عمل بیکار ہو جائے گی۔ تم کبھی بھی منزلِ مراد کو نہ پا سکو گے . . . تمہاری شخصیت کا خود ساختہ عظیم پہاڑ رفتہ رفتہ برف کی مانند پانی بن کر بہہ جائے گا اور تم لوگوں کی نظروں میں حقیر ٹھہرو گے . . . تمہارے منہ پر تعریف کرنے والوں کے دل بھی تمہارے احترام سے عاری ہوں گے ـــــ اس لیے ضروری ہے . . . کہ شاہراہِ حیات پر خوب دیکھ بھال کر چلو منزل پر نظر رکھو راستے کی طوالت اور صعوبت کا خیال نہ کرو۔ اپنوں بیگانوں کے طرزِ عمل سے متاثر ہوئے بغیر بس چلتے رہو چلتے رہو ـــــ رکنے کا نام نہ لو ـــــ یقیناً تم کامیاب و کامران ہو کر رہو گے ـــــ

(۶)

تنومندی اور اوائل عمری ہی نوجوانی کا معیار نہیں۔ درحقیقت ـ جن کے عزائم

Marfat.com

جواں نہیں، ارادوں میں پختگی نہیں حوصلوں میں بلندی نہیں نگاہوں میں بجلی کی سی تیزی نہیں . . . . موت سے کھیل جانا جنہیں آتا نہیں ——— سرِ دار انا الحق کہنے کی جن میں جرأت نہیں . . . . وہ نوجوان کہلانے کے حق دار نہیں . . . . . جب کہ اگر کوئی ۸۰ سال کی عمر میں بھی پُر عزم و جواں ہمت ہے - اپنے نصب العین کے حصول کے لیے جانفشانی سے دن رات جہد مسلسل میں سرگرمِ عمل ہے تو پیرانہ سالی مضمحل قویٰ اور چٹختی ہڈیوں کے باوجود وہ نوجوان بلکہ نوجوانوں کا سردار ہے۔

(۷)

کارزارِ ہستی میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بغیر کسی نظریے کے زندگی بسر کرتے ہیں ۔ کل بائیں بازو کے ساتھ تھے تو آج دائیں بازو کے پرستار ہیں . . . . . . کبھی ترقی پسند بنتے ہیں اور کبھی اسلام پسند ہوتے ہیں۔ حالانکہ نہ ترقی کے مفہوم کو سمجھتے ہیں اور نہ اسلام کی روح سے واقف ہیں۔ چڑھتے سورج کی پوجا ان کا شیوہ ہے ۔جس کی حکومت دیکھتے ہیں اسی کی جے پکارتے ہیں۔ چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی ایسے ہی لوگوں کا مقولہ ہے۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ہوا کہ رُخ پر وہی چلتا ہے ۔جس کے بازووں کی قوت ختم ہو جاتی ہے . . . جس کی ہمتیں جواب دے دیتی ہیں . . . جس کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں . . . جس کی رگوں میں دوڑتا ہوں خون زندگی کی حرارت سے محروم ہو جاتا ہے۔جسکا دل ایمان کی روشنی کھو کر اندھا اور ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ہوا کی سمت چلنے والا کم ہمتی کی دلدلوں میں اسقدر پھنس جاتا ہے کہ مشکلات کے پہاڑوں سے ٹکرانا تو درکنار راستے کے معمولی پتھروں کو بھی راہ سے نہیں ہٹا سکتا۔اسکے برعکس ہوا کے مخالف چلنے والے کو راہ کی کلفتوں کا احساس ہوتا ہے وہ خوفناک یخ بستہ راہوں میں محنت و ہمت کی حدت کے سہارے دیوانہ وار سوئے منزل رواں دواں رہتا ہے اسے اپنی صلاحیتوں پر بھرپور اعتماد اور نصرتِ ایزدی پر یقینِ کامل ہوتا ہے۔ وہ خالق سے اپنے تعلق کو مضبوط رکھتا ہے اور قدم قدم پر خدا کو یاد کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔راستے کی ہر ٹھوکر اس کی رفتار میں اضافہ کرتی ہے اور مخالف ہواؤں کے طوفانی جھکڑ اسکے آہنی عزائم کو پست کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

گذشتہ سے پیوستہ

پُر وقار محبت عزت نواز عشق

از علامہ سید ریاض حسین شاہ
ایم۔اے

حق دارِ حُب و عشق

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی سے محبت یا عشق کا ہو جانا تین وجوہ کی بنا پر ہوتا ہے۔ حسن و جمال کی وجہ سے، اخلاق و کردار کی بنا پر اور احسان و سلوک کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔

نبی اکرم، نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حسن و جمال، اخلاق و کردار، احسان و سلوک، رحم و کرم، نرمی و رافت، اوصاف و کمال اور محاسن و فضائل میں مخلوق میں سے کوئی بھی شریک و مثیل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودات کی دنیا میں محبت اور عشق کے سب سے بڑے اور پہلے حقدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

مبالغہ نہیں حقیقت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن صوری اور جمالِ معنوی میں یکتا اور لانظیر جاننا مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ یہ کسی فردِ واحد کا عقیدہ نہیں بلکہ ایک ایسا ٹھوس نظریہ ہے جسے ہر زمانہ کے باشعور انسانوں نے تسلیم کیا خصوصاً مومنوں کی اس نظریاتی اور اعتقادی کیفیت کو قرآن نے تحسینی انداز میں یوں بیان کیا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

نبی کو مومن اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

جمالِ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند جھلکیاں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

كان رسول الله صلى الله عليه وسلّم ابيض كانما صيغ من فضّة رجل الشعر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ میں ایسے خوبصورت لگتے تھے جیسے چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہو۔ بال گھونگریالے اور قدرے خمدار تھے۔

حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کی عکاسی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

يقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کا مدح خواں یہی کہے گا کہ آپ جیسا باکمال وباجمال نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھنے میں آئے گا۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خلق کو رب نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم

حضرت جابر ابن سمرہ فرماتے ہیں۔

رايتُ رسول الله صلى الله عليه وسلّم في ليلة اضحيانٍ وعليه حلّة حمراء فجعلتُ انظرُ اليه والى القمر فلهو عندي احسنُ من القمرِ

میں نے چاندنی رات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ آپ نے سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ بس کبھی چاند کو دیکھتا کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ آپ چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كان رسول الله صلى الله عليه واله وسلّم افلج الثنيتين اذا تكلّم رُاِيَ كالنور

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے ایک نور سا نکلتا ہوا معلوم ہوتا۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حسن یوسفی پر انگلیاں کٹانے والی زنان مصر

Marfat.com

کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

لَوْ رَاَیْنَ حسنَ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم لَقَتَلْنَ اَنْفُسَهُنّ ۔

اگر مصر کی عورتوں کو حضور سرکار عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا دیدار نصیب ہو جاتا تو وہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالتیں۔

علامہ قرطبی کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال پوری طرح ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آپ کو دیکھنے کا یارا کسے ہوتا۔

براء بن عازب فرماتے ہیں۔

مَا رَاَیتُ شیئاً قطّ احسنَ منہ

میں نے حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کسی کو حسین و جمیل نہیں دیکھا۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے براء بن عازب سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کیا تلوار کی طرح تھا۔ آپ فرمانے لگے "لا بل مثل القمر" نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔

ابو کبیر ھذلی کہتے ہیں۔

وَاذا نظرتُ الی اسرۃِ وجھہٖ

بَرَقت کبرقِ العارضِ المتھلّل

جب میری نگاہ اُن کے روئے تاباں پر پڑی تو اُس کی دمک ایسی تھی جیسے لکۂ ابر میں بجلی کوند رہی ہو۔

اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں

اے جانِ جاں! میں جانِ تجلّی کہوں تجھے (اعلیٰحضرت)

حضرت ام معبد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا کیا کہنا آپ دور ہوں یا قریب ہر حالت میں حسین و جمیل نظر آتے۔

حسنِ نبی اور جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کیونکر ممکن ہو جب ربِ قدوس خود

Marfat.com

ہی جمالِ مصطفوی کی تابانیوں اور لطافتوں کو قرآنِ حکیم میں "سراج منیر" سے تعبیر کر رہا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ (الاحزاب ۴۵ : ۴۶)

اے نبی ہم نے آپکو گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف اُسکے اذن سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا۔

یاصاحبَ الجمال ویاسیدَ البشر
مِنْ وجهكَ المنیرِ لقد نُوِّرَ القمر
لا یُمکنُ الثناءُ کَما کانَ حقّہٗ
بعد از خدا بزرگ توی قصہ مختصر

اے سردارِ کائنات چاند نے نور آپ کے چہرہ انور ہی سے حاصل کیا ہے آپ کی تعریف کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات کے بعد بزرگی اور کمال آپ ہی کے لائق ہے

نسیم الریاض میں ہے کہ اہلِ عرب ایک دفعہ قحط سالی کے موقع پر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ ربِ کعبہ سے بارش کی دعا کیجئے۔ حضرت ابوطالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر اٹھا کر حرم شریف میں آئے اور آپ کی پشت مبارک کعبہ معظمہ کے ساتھ لگا کر آپ کے وسیلہ سے بارش مانگنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی مبارک سے اشارہ کیا بس کیا دیر تھی اتنی بارش برسی کی جل تھل ہوگیا۔

حضرت ابوطالب مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بلا اختیار پکار اٹھے۔

وَابیض یُستسقی الغمام بوجہہ
ثمالُ الیتامیٰ عصمۃٌ لِلارامل

Marfat.com

وہ سفید اور روشن چہرہ جس کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا محافظ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَارَایتُ شیئًا احسنَ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کان الشمس تجری فی وجھہٖ اذا ضحکَ یتلألؤُ فی الجدر۔

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا۔ ایسے محسوس ہوتا ہے سورج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں آگیا ہو۔ جب آپ مسکراتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ جب ہنستے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔ اس سے ملتی جلتی ایک روایت ملاحظہ ہو۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات سحری کے وقت کچھ سیتے ہوئے میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں داخل ہوئے آپ کے چہرۂ انور کی روشنی اور مسکراہٹ کی نور پاشی سے میں نے کھوئی ہوئی سوئی تلاش کر لی۔

یہ جو مہر و ماہ پر اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے در کی ہے اور استعارہ نور کا

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَاحسنَ منکَ لَمْ تَرَ قطُّ عینی
وَاجملَ منکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مبرّأً مِّنْ کُلِّ عیبٍ
کانکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

Marfat.com

یارسول اللہ! آپ سا حسین و جمیل میری آنکھ نے اور کوئی نہیں دیکھا اور نہ ہی حسن و جمال کا ایسا پیکر کسی ماں نے جنا۔ آپ اسی طرح عیبوں سے پاک پیدا کیے گئے جیسے آپ ہی کی چاہت کے مطابق آپ کو بنایا گیا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

کان رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلّم ازھرَ اللونِ کانَ عَرَقَہُ اللُّؤلُؤُ (مسلم شریف)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک روشن اور دل پسند تھا۔ پسینہ ایسے دکھائی دیتا جیسے موتی ہوتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیکَ یا رسول اللہ
وعلیٰ اٰلِکَ وَ اصحابکَ یا حبیب اللہ

تبصرہ کتب

نام کتاب ——— "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست"۔ از محمد جلال الدین قادری

یہ خوبصورت کتاب ایک تاریخی مناظرہ کی روداد ہے جس سے تاریخ کے کچھ ایسے گوشے بے نقاب ہوتے ہیں جو اپنوں کے تساہل اور غیروں کی کرم فرمائی سے اب تک عوام کی نظروں سے اوجھل تھے۔ اس کتاب کے بارے میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ صحافت کے صدر ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی رائے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔" محمد جلال الدین قادری صاحب کا مرتبہ کتابچہ بعنوان ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست پڑھا ہے اور اس سے بعض ایسی معلومات اخذ کی ہیں جن سے پہلے واقف نہ تھا۔ تاریخ کے سب پہلو منظر عام پر آنے چاہئیں اور سب نقطہ ہائے نگاہ بھی، کیونکہ ان سب کے مطالعہ کے بعد ہی تاریخی واقعات پر کوئی آرا قائم کی جاسکتی ہے۔"

ملنے کا پتہ: مکتبہ رضویہ ۴/۲ سوڈیوال کالونی ملتان روڈ لاھور۔ قیمت: ۶ روپے ۵۰ پیسے

Marfat.com

از محمد شریف سیالوی ایم اے ایل ایل بی

قرآن اور تصورِ عدل

کرہ ارض پر حصولِ انصاف سے بڑھ کر کوئی ضرورت نہیں۔ دادرسی اور عدل گستری سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ وہی خیر الامم ہے۔ وہ قیامِ عدل وانصاف کے عظیم مشن پر مامور ہے۔ جس کا آئینِ زندگی عدل کی حکمرانی اور رنگ وتارِ حیات کا مرکز قانونِ عدل کا نفاذ ہے۔

نظامِ اسلام ــــــــ نظامِ عدالت ہے

اور امتِ مسلمہ ــــــــ امتِ شہادت ہے

ملتِ اسلامیہ بحیثیت "خیر امت" "شہادت" کا تاجِ کرامت سجائے عدل وانصاف کو برپا کرنے کے لیے منجانب اللہ مامور ہے۔ قرآن عظیم پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ این تذھبون ان ھو الا ذکر للعالمین (۸۲-۲۶-۲۷) تم کہاں جا رہے ہو۔ سرچشمہ حکمت تمہارے سامنے ہے اس کی موجودگی میں تشنہ لبی کا عالم باعثِ حیرت واستعجاب ہے۔ قول وفعل کے تضاد نے تمہاری شخصیت میں بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ افراد کی شخصیت (PERSONALTY) جب خواہشاتِ نفس سے ایک طرف جھک جاتی ہے۔ عقل وفہم توازن قائم کرنے کے لیے مناسب اقدام نہیں کرتے۔ تو پورا معاشرتی ڈھانچہ غیر متوازن ہو کر رہ جاتا ہے۔ بے انصافی کی یہ کیفیت تمام برائیوں کی جڑ اور ظلم وفساد کی بناء ہے۔ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ اس ناہمواری اور ظلم وتعدی کی کیفیت کو قانونِ معدلت کے نفاذ سے دور کیا جائے۔ نظامِ عدالتِ اسلام اس کی مکمل طور پر ضمانت دیتا ہے۔

اس سے قبل کہ نظامِ عدالت اور قیامِ انصاف کے موضوع پر اسلام کا نقطہ نگاہ پیش کیا جائے فکری اور عقلی بنیادوں پر نظریہ عدل (CONCEPT OF JUSTICE) کی تحلیل ضروری ہے۔ عدل کے لغوی معنی ایسی برابری کے ہیں۔ جو توازن پر مشتمل ہو۔ قدیم عربی ادب میں عدل البعیر سے مراد

Marfat.com

وہ سامان لیا جاتا تھا۔ جو اُونٹ کی پیٹھ پر لادا جاتا اور اُس کی دونوں جانب برابر برابر ہوتی۔ دوسرا ٹیڑھی لکڑی کو گرم کر کے بھاری پتھر کے ذریعے سیدھا کرنے کے لیے عدل کا لفظ استعمال کیا جاتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ خلافت میں فرمایا۔ اذا ملتُ عدلونی کما لعدّل السھم فی الثقاف (تاج العروس۔ عدل) اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے ایسے سیدھا کر دو۔ جیسے تیر مضبوط بھاری پتھر کے نیچے رکھ کر سیدھے کیے جاتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں عدل اور اس کے مشتقات کثرت سے استعمال ہوتے ہیں ماہرین لغتِ قرآن اور مفسرین کرام نے سیاق کے اعتبار سے جو معانی مراد لیے وہ یہ ہیں۔

۱۔ توازن ۲۔ تناسب ۳۔ تاوان ۴۔ ٹھیک ۵۔ صاف واضح ۶۔ ہم آہنگی ۷۔ انصاف ۸۔ مساوات برابری۔ قرآنِ مجید میں عدل کے مرادفات (ہم معنیٰ) اور اس کے قریبی مضمون میں القسط، الوسط۔ المیزان، اعتدال، مستقیم، قسطاس، تقدیر اور ان کے مشتقات وغیرہ ہیں۔

قرآنِ مجید کے اسلوب بیان اور ان شواہد سے جو نظریہ عدل سمجھ میں آتا ہے اپنے اجزائے ترکیبی اور ماہیت کے اعتبار سے جملہ متذکرہ معانی پر محیط ہے۔ یہی قرآن مجید کا اعجاز ہے اور ایک ایک کلمہ علم و معرفت اور دانش و بینش کا بحرِ عمیق ہے۔ علماء کرام نے اس تصورِ عدل کو وضع الشئی فی موضعہ ترجمہ:۔ کسی چیز کا اپنی جگہ میں رکھنا) تعبیر کیا۔ یوں عدل سنۃ الٰہیہ ہے۔ کیونکہ وہی ذات ہے جس نے کائنات کو تخلیق فرمایا۔ ہر چیز کو اُس کی مناسب ترین جگہ (FITTEST PLACE) پر رکھا۔ ایک کامل ہم آہنگی اور توازن کو اصول روحِ کائنات بنایا۔

"SUITABLE THING FOR A SUITABLE PLACE" ✱ ایسا قضیئہ ہے۔ جو افراد کی اہلیت وصلاحیت کی نسبت اُس کا معاشرہ میں مقام تعین کرتا ہے تاکہ اجتماعی توازن برقرار رکھا جا سکے اُردو کا مقولہ ہے "جس کا کام اُسی کو ساجھے" فصاحت و بلاغت عبادت وضع الکلام موضعہ سے یعنی مقتضائے حال اور موقع و محل کی مناسبت سے زبان و بیان کا استعمال۔ علم حیاتیات (BIOLOGY) میں (SURVIVAL OF THE FITTIST) قانونِ قدرت مانا جاتا ہے۔ القرآن وانبتنا فیھا من کل شئی موزون۔ ترجمہ اور اس میں ہر چیز اندازے سے اگائی (۱۵۔۱۹)

Marfat.com

آسمان کی بلندی، زمین کی وسعت، رات کا آنا اور دن کا جانا، ہواؤں کا چلنا اور بادلوں کا برسنا، غنچوں اور کلیوں کا چٹکنا، سورج کی ضیا پاشیاں اور آفتاب کی نور باریاں، رونق باغات اور طائرانِ خوشنوا، شہد کی مکھی کا انہماک اور مرغانِ صبحگاہی کی خوش الحانیاں، کس کس مظہرِ قدرتِ باری کا تذکرہ کیا جائے۔ کس نعمت کو آخری آیت قرار دیا جائے۔ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اُس کی حکمت کا اظہار نہ ہوتا ہو۔ کتابِ ہستی کا کوئی ایسا ورق نہیں جہاں اس کے عدلِ تکوینی کے شواہد نہ ہوں، اپنی نگاہ دوڑا لیجئے۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ چھان ماریئے۔ افلاک و اجرام میں سے ہر ایک کا مشاہدہ کیجئے کیا تمہیں کہیں بگاڑ نظر آتا ہے۔ کیا عدمِ توازن کا روگ دکھائی دیتا ہے۔ بدنظمی اور اعتدال سے انحراف کا نشان ملتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ایک کامل ہم آہنگی، مکمل توازن اور افراط و تفریط سے مبراء کائنات کا ہر جز و قانونِ عدل کی نگرانی میں اپنے کل کے ساتھ مل کر مصروفِ کار ہے۔
قرآنِ عظیم بار بار دعوت دیتا ہے "ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفٰوتٍ ط فارجع البصر ھل تریٰ من فطور۔ ترجمہ: تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔ (۶۷-۳) عظیم خدا کی عظیم کائنات قانونِ عدل کی تابع ہے۔ عدلِ تکوینی کے اِن کونیاتی مظاہر پر غور و فکر کے علاوہ انسان کی ذات میں غوطہ زنی کی دعوت دیتے ہوئے قرآنِ مجید فرماتا ہے۔

وفی انفسکم افلا تبصرون (۵۱-۲۰) ترجمہ:۔ اور خود تم میں، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔
تخلیقِ انسان کا وقت آیا۔ اسے حسین صورت اور فضل و علم عطا کیا۔ بحر و بر اس کے زیرِ نگین کیے۔ شرافت و کرامت کا تاج اُس کے سر پر رکھا اور اپنے قانونِ عدل سے اُس کے اجزائے ترکیبی میں حسین امتزاج اور خوبصورت توازن پیدا کیا۔ تعجب ہے کہ انسان قانونِ عدل سے اغماز برت کر خواہشاتِ نفس کی طرف جھک جاتا ہے اور اپنی شخصیت کا توازن کھو بیٹھتا ہے۔ اللہ کریم اپنے اِسی بندے کو کمالِ رحمت سے اِس نقصان اور دھوکے سے خبردار کرتا ہے۔" یاایھا الانسانُ ماغرّکَ بربکَ الکریم ہ الذی خلقکَ فسوّٰکَ فعدلکَ ہ فی ایِّ صورۃٍ ماشآءَ رکّبکَ (القرآن ۸۲-۶)

Marfat.com

ترجمہ:۔ اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا۔ اپنے کرم والے رب سے۔ جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترتیب دیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قانون عدل سنتِ خداوندی ہے۔ کیونکہ وہی صحیح معنوں میں "عادل" ہے اُس کی سنت اور اُس کا قانون اٹل اور غیرِ متبدل ہے۔ ولا تجدُ لسنّتنا تحویلاً (القرآن۔ ۱۷۔ ۷۷) ترجمہ۔ اور تم ہمارا قانون بدلتا نہ پاؤ گے۔

جس طرح تخلیق و تکوین میں قانون عدل صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی کا کارفرما ہے اسی طرح تشریعی امور میں بھی قانون عدل اسی ذات کبریا کا واجب النفاذ ہے۔ خلق و امر دونوں پر قانون سازی اور حکمرانی کا استحقاق بھی اسی ذات واحد و یکتا کے لائق ہے۔ اِنَ الحکمُ الّا لِلّٰہِ (القرآن ۶۔ ۵۷) ترجمہ:۔ حکم نہیں مگر اللہ کا۔ امر خداوندی اور سنت الٰہیہ جو کائنات کے نظم و نسق اور ربط و ضبط کے ضمن میں جاری ہے۔ قانونِ فطرت (NATURAL LAW) پر مبنی ہے جو مکمل توازن کامل ہم آہنگی عظیم توافق باہمی اور حسین اعتدال سے عبارت ہے اور وہ اوامر جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اخلاقی قدروں کو متعین کرتے ہیں۔ اخلاقی مثالی قوانین NORMATIVE ETHICAL LAWS کہلاتے ہیں۔ جیسے کائنات کی حیات و بقاء قانونِ عدل کی اتباع میں ہے۔ انسانی فوز و فلاح اور حقیقی حیات بھی قانونِ عدل کو تسلیم کر لینے میں ہے۔ اس عدل کی نسبت سے اخلاقیات اور سیاسیات، عمرانیات اور اقتصادیات الگ الگ قانون میں نہیں بٹ جاتے بلکہ یہ سب مل کر ایک کُل بناتے ہیں۔ اِس قانون کے سامنے انفرادیت اور اجتماعیت کی دھڑ بندیاں بے معنی ہو جاتی ہیں۔ اخلاق اور قانون ایک دوسرے کی تکمیل کراتے ہیں۔

انسان دوسرے موجودات کائنات سے ایک اعتبار سے مختلف ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حریتِ ارادہ اور آزادی عمل دی کتاب عدل (قرآن مجید) اور انبیاء کرام کے ذریعے حق و باطل کے امتیاز کی دولت مرحمت فرمائی اور کرہ ارض کے مکینوں سے فرمایا کہ ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمّا شاکراً و اِمّا کفوراً (القرآن) ترجمہ:۔ ہم نے اُسے راہ بتائی۔ یا حق مانتا یا ناشکری کرتا (۷۶۔ ۳)

Marfat.com

یہ محدود آزادی ارادہ اور قدرت کسب فعل کی حدود میں مختلف جذبات و میلانات عقلی اور نفسی عوائد و رجحانات میں قانون اور اعتدال صرف اور صرف قانون عدل کے نفاذ سے ہو سکتا ہے جس کا منبع اور مصدر بھی تکوینی عدل کی طرح اللہ کی منشا ہے۔ مرضیٔ رب ہی قانون بنتی ہے۔ قانون کی اتباع مرضیٔ رب کے حصول کا ذریعہ اور اپنی ذات اور معاشرہ میں توازن و اعتدال برپا کرنے کا سبب ہے۔ یاد رہے کہ قانون الٰہی (DIVINE WILL) عدل سے عبارت ہے اور عدل حسن (BEAUTY) اور صداقت (TRUTH) دونوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ جیسے تخلیق اور حسن، عدل اور حسن کو ایک دوسرے کا مکمل قرار دیا گیا ہے۔

یعنی جو حکم خداوندی ہے خواہ وہ کونیاتی ہو یا اخلاقی اپنے اندر حسن بھی رکھتا ہے امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نقطہ نظر سے یوں کہا جائے کہ حسن و قبح کا معیار حکم الٰہی ہے۔ عقل کوتاہ حسن و قبح کا معیار نہیں بن سکتی۔ (۱) حسن و قبح کا معیار عقل یا شرع۔ بحر العلوم؛ شرح مسلم النبوت۔ الشاطبی؛ الموافقات۔ الآمدی؛ الاحکام۔ انسانی فکرِ نارسا نے اس مرحلہ پر بڑی قلابازیاں کھائیں کسی نے لذت کو حسن عمل قرار دیا کسی نے موافقت مآل کو اور کسی نے عقل محض کو (۲) انسائیکلوپیڈیا آف ایتھکس اینڈ ایلیجن۔ زیر عنوان GOOD (خیر) جی۔ اے۔ مور - PRINCIPA OF ETHICA میکنزی: AN MANUAL OF ETHICS؛ للّی پروفیسر؛ AN INTRODUCTION TO ETHICS

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ نظریات انسانی معاشرہ کو کبھی خیر و فلاح کی نوید نہ دے سکے بلکہ ہوا یوں کہ ان عقائد کی آڑ میں حرص و آز اور شہوت رانیوں کو کھل کھیلنے کا موقع ملا۔ یہ بحث اپنی جگہ تفصیل طلب ہے کہ اخلاقین کے خیر و شر کے بارے میں ان نظریات سے انسانیت نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ یہاں مسئلہ صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حسن و خیر کا منبع بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو کیوں نہ کہا جائے۔

تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدك الخير انك على كل شئ قدير (القرآن) ترجمہ: جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے (۳-۲۶) حق اور صداقت قطعیہ کیا ہے؟ یہاں بھی انسان نے بڑی ٹھوکریں

Marfat.com

کھائیں اور کئی نظریات پیش کیے۔ جن سے انسانی زندگی کے مسائل سے کوئی گتھی سلجھ تو نہ سکی البتہ الجھ ضرور گئی۔ قرآن مجید صداقت کا تعلق عدل سے قائم کرتے ہوئے منشاء الٰہی کو قانون حیاتِ انسانی قرار دیتا ہے۔ والقرآن ترجمہ:۔ اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں (۶-۱۱۴) عدل کی ماہیت اس لحاظ سے صدق اور حسن کے ساتھ تکوین ہوتی ہے۔ افراط و تفریط کے مبرا ہونا اور بتقاضائے فطرت انسانی نقطہ اعتدال منشا قانون عدل ہے۔ وسط اور استقامت صفت اعتدال کے لازمی اجزا ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو اُمت وسط قرار دیا۔ اُمۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس (۲-۱۴۳) ترجمہ:۔ میں امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور طریقہ صالحین، مقربانِ بارگاہ خداوندی کو صراط مستقیم کہا جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "ما انا علیہ واصحابی" کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ یہ راہ ہدایت "مسلک اعتدال" ہے جو سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جماعت صحابہ علیہم الرضوان سے عبارت ہے۔ وہ عظیم صحابہ جن کو اللہ کے رسول نے تمغہ عدالت دیتے ہوئے جادہ منزل تک رسائی کا زبردست ذریعہ بنایا۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (مشکوٰۃ المصابیح فی مناقب الصحابہ) ترجمہ:۔ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ غرضیکہ قرآن مجید کا تصور عدل ایک آفاقی اور ہمہ گیر اصل ہے۔ جو کائنات اور انسانی معاشرہ کے بقاء دوام اور امن وامان کی ضمانت دیتا ہے۔

انسان کی انفرادی زندگی کے جملہ پہلو قانون اعتدال کی میزان پر تولے اور پرکھے جاسکتے ہیں ایک نفسیات کے طالب علم کے لیے یہ سمجھنا زیادہ دشوار نہیں کہ انسانی شخصیت کے عناصر ترکیبی اس کے جبلی رجحانات، طبعی میلانات اور عقلی و نفسانی خواہشات ہیں۔ فرائڈ کے نظریہ جنس (SEX) کی رو سے شہوانی خواہشات کے منہ زور گھوڑے انسان کو بے راہ رو کر دیتے ہیں۔ ایسے میں ان محرکات کے اندر اعتدال و توازن کا قیام انسانی شخصیت کی بقا کا واحد راستہ ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ اخلاق کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عالم سفلی کی ترکیب چار چیزوں پر ہے۔

59557

Marfat.com

یعنی خون، بلغم، صفرا اور سودا ان کے لیے ایک حدِ اعتدال مقرر ہے۔ علم طب اسی اعتدال سے آگاہ کرتا ہے۔ تاکہ اسے بیماری اور ہلاکت سے محفوظ رکھا جائے۔ روحِ انسانی کے لیے بھی حدِ اعتدال مقرر ہے۔ جس کی نگہداشت کرنے کے لیے علم اخلاق و ریاضت ہے تاکہ اسے اعتدال پر رکھے اور اس کی صحت کا سبب بنا رہے (کیمیائے سعادت) یعنی انسانی شخصیت مستحکم ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ وہ غصہ، شہوت، رحم اور انتقام محبت و نفرت کے متضاد جذبات و احساسات کسی کو کسی پر غالب نہ آنے دے۔ ان میں توازن صرف اس صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ انہیں ایک عالمگیر قانون کے تابع کر دیا جائے اور قانون بھی اُس کا جس نے یہ قوتیں انسان کو ودیت کی ہیں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ انسان کو پیدا کرنے والا انسان کی فطرت اور اس کے تقاضوں سے زیادہ باخبر ہے۔ لہٰذا اسی کا قانون عدل انسان کے عالم نفس میں بھی عدل کی حکمرانی قائم کر سکتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے حکم کے تابع نہ ہو (مشکوۃ المصابیح ص ۳۰) ترجمہ: اس کی خواہش میرے حکم کے تابع ہو) یعنی دین مصطفےٰ۔ دین عدل ہی میزان شخصیت میں روح و مادہ، دین و دنیا، عقل و شہوت، محبت و نفرت کے پلڑوں کو برابر رکھ سکتا ہے۔ قرآن مجید نے روحانی اور مادی مسرتوں میں راہ وسط اختیار کرنے کی تعلیم دی۔ دین کے ساتھ دنیا کی بھلائی طلب کرنے کا درس دیا اور خدا سے مانگنے کا انداز یوں بتایا۔ " ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار" عبادت کے ساتھ معاشی جدوجہد کا کتنا حسین امتزاج ہے۔ ادھر نماز جمعہ سے فارغ ہوئے ادھر حکم ہوا۔

فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (سورہ جمعہ آئت ۶۲-۱۰) ترجمہ:- تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ معاملاتِ دین و دنیا اور فکر معاش و معاد میں عدل قائم رکھنے کی کتنی عمدہ تعلیم ہے جو ان دو پلڑوں کو متوازن نہ رکھ سکا اور کسی ایک کی طرف مکمل جھک گیا تو اس کی شخصیت بحیثیت انسان کے انتشار اور بگاڑ کا شکار ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی قرآن مجید کے اس تصورِ عدل کی کامل و اکمل تصویر

Marfat.com

ہے۔ بعض صحابہ کرام نے آپ کو دیکھ کر صیام وصال شروع کئے۔ بعض نے عبادت و ریاضت کے لیے خود کو وقف کر کے ازدواجی معاملات ترک کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضور سرکارِ دو عالم غضبناک ہوگئے اور فرمایا۔ ترجمہ:۔ تم میں میرے جیسا کون ہے میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے) میں عبادت بھی کرتا ہوں اور خانگی معاملات میں اپنے فرائض ادا کرتا ہوں اور فرمایا۔ فمن رغب عن سنتی فلیس یعنی ترکِ دنیا اور معاملات زندگی سے راہ فرار کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ الا رھبانیۃ فی الاسلام (القرآن ۵۷-۲۷) اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ وہ تو دنیا کو آخرت کا ایک لازمی حصہ قرار دیتا ہے ان دونوں میں اعتدال مقصود انسانیت ہے۔

عقل و حواس میں وحی کو معیار بنایا جو ترجمان عدل الٰہی ہے۔ عقل کو نہ تو غیر مشروط معیار حق و صداقت قرار دیا اور نہ اس کے استعمال پر تالے ڈالے ہیں بلکہ اس کی حدود متعین کر کے اس کے استعمال میں اعتدال پیدا کیا۔

الغرض انسان کی انفرادی زندگی کے فکری اور عملی پہلوؤں کو حدِ اعتدال میں رکھنا تعلیماتِ قرآنی کا ایک خاص مقصد ہے۔ تمام اخلاق فاضلہ، خصائل حمیدہ اور سعادت کے تصورات کا لازمی جزو اعتدال ہے۔

قرآنِ مجید میں عائلی معاملات میں خاوند اور بیوی کے درمیان حقوق و فرائض کی حد بندی کی جو ان کی فطرت کے عین مطابق ہے فرمایا۔ ولھن مثل الذی علیھن۔ ترجمہ:۔ اور عورتوں کا حق بھی ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے۔ (۲-۲۲۸) خاوند کو حسن سلوک اور بیوی کو حسن معاشرت کی تعلیم دی۔ ایک سے زائد بیوی کی صورت میں ان کے مابین حقوق ازدواج کی ادائیگی عدل کرنے پر زور دیا۔ کہ ان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔ اگر ڈرو کہ دو بیویوں کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی کرو (۴-۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضمن میں خود مثال قائم فرمائی اور اس شخص کے

Marfat.com

بارے میں جو ازواج میں عدل برقرار نہیں رکھتا۔ فرمایا کہ وہ قیامت کے روز اِس حال میں اُٹھے گا کہ اُس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا اپنی اولاد میں بھی امتیازی سلوک کو روا نہیں رکھا گیا۔ ایک صحابی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے عرض کی میں اپنے فلاں بیٹے کو فلاں باغ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا ایسا دوسروں (دوسرے بھائیوں) کے لیے بھی کر رہے ہو۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا پھر تمہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ ان میں برابری قائم کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح) وصیت، لین دین اور معاہدات میں عدل اور حق و صداقت، معاملات کو صفائی کے ساتھ طے کرنے کی تلقین کی۔ ظلم و تعدی، بے انصافی اور حدِ اعتدال سے تجاوز کی مذمت کی۔ تجارت۔ ناپ تول اور وثیقہ نویسی میں عدل اور درستگی کا پورا پورا لحاظ رکھنے کا حکم دیا۔ ۴۔ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ (۵۵-۹) اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل (۲-۲۸۲) اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔ ان معانی میں قرآنِ مجید کا نظریہ عدل معاشرہ کے معاملات اور معاہدات بین الافراد کی صحت و تکمیل کے لیے ناگزیر ہے۔

انسانی زندگی میں میں اہم پہلو جس میں عدل کے قیام اور نفاذ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ افراد کے باہمی حقوق و فرائض کے بارے میں تنازعات کو طے کرنے میں ہے۔ اس ساری کارروائی میں قاضی، گواہ۔ فریقین مقدمہ اور اہمیتِ قانون خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ قانون جو عدل پر مبنی ہے۔ وہ ہی ہے جو مرضی رب ہے۔ امتِ مسلمہ امتِ شہادت کی حیثیت سے اس کا ہر فرد عدل کا پابند ہے۔ حق و صداقت کا برملا اظہار ایمان کا تقاضا ہے۔ کتمانِ شہادت مسلمان کی شان کے منافی ہے۔ ۵۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (۲-۲۸۳) اور گواہی نہ چھپاؤ۔ جج یا قاضی اپنے فیصلہ میں عدل و انصاف کا ہر حال میں دامن تھامے رکھے۔ رشوت۔ لحاظ مروت۔ دوستی و دشمنی، عزت و منصب اور امتیاز۔ رنگ و نسل اور اختلافِ زبان و تعصبات اور قربت و رشتہ داری کے علامات راہِ عدل سے ہرگز نہ ہٹا سکیں۔

Marfat.com

۶- وَلَا تُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ - (۲ - ۱۸۸)
ترجمہ:- اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو۔
لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا. اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (۵ - ۸) ترجمہ:- تم کو کسی قوم کی عداوت نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ وہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔
اس ضمن میں پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین کی زندگی سے بے شمار مثالیں پائی جا سکتی ہیں۔ فریقین مقدمہ کو صاف گوئی سے کام لینے کا حکم دیا۔ کیونکہ یہی تقاضائے عدل ہے۔

عقوبات بھی قانون عدل کے تحت جرم کی نسبت سے نرم یا سخت ہیں۔ زنا جتنا قبیح جرم ہے۔ اس کی سزا اتنی ہی بھیانک، چوری جتنا برا فعل ہے۔ سزا اتنی ہی عبرت ناک، قتل جس قدر دردناک عمل ہے۔ سزا اسی قدر حوصلہ شکن۔ ۷- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا. فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا. (۵ - ۳۸) ترجمہ:- اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ۔ اللہ کے لیے گواہی دو۔ چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ یا ماں باپ یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو۔ وہ غنی ہو یا فقیر۔ بہرحال تو اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو۔

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ (۲۴-۲)
اور جو مرد یا عورت چور ہو۔ تو ان کا ہاتھ کاٹو۔ ان کے کئے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا۔

(۵-۳۸)

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کا نظریہ عدل اتنا جامع اور وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ کہ کائنات اور انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام تر معاملات اس کے اندر سمٹ آتے ہیں۔

Marfat.com

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ

از نبی احمد لودھی۔ ایم۔ اے (جرنلزم)

طالب اس ہستی دنیا کے در در کھائیں دھکے ھُو
ایک ہڈی پر لڑتے لڑتے ساری عمر ہی گزرے ھُو
اس دنیا کے نشے میں یہ ڈھونڈیں لاکھ وسیلے ھُو
حق کا ذکر نہیں گر باہو بے مقصد ہیں قصے ھُو

سلطان باہو قلندرانِ بارگاہِ ایزدی میں عموماً سلطان العارفین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ پیدائشی ولی تھے اور نوعمری میں ہی آپ سے ایسی صفات کا ظہور ہوا کہ جو آپ کی ذاتِ بابرکات کے مرجع خلائق ہونے پر دلالت کرتی تھیں۔ آپ کے والد حضرت سلطان بایزید بھی اپنے دور کے مانے ہوئے بزرگ تھے اور والدہ محترمہ بی بی راستی ولیٔ کامل کا درجہ رکھتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں سحر سے افطار تک والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ ابتدائی تربیت آپ نے اپنی ولیٔ کامل والدہ محترمہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں اپنی والدہ محترمہ کی ہدایت پر ظاہری مرشد کی جستجو میں نکلے اور جناب عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے سامنے زانوئے ارادت تہہ کیے۔ آپ کی آخری آرام گاہ ضلع جھنگ میں واقع ہے

سلطان باہو نے علم تصوف پر فارسی زبان میں (۱۴۰) ایک سو چالیس کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آپ کے صوفیانہ کلام کے بعض حصوں کو جناب سرور مجاز نے اردو شعروں کا جامہ پہنایا ہے۔ جس سے اردو دان طبقے میں حضرت باہو کا کلام کافی حد تک مقبول ہو گیا ہے کم از کم انہیں حضرت باہو کے افکار و خیالات سے قریب تر ہونے کا ایک ذریعہ ضرور مل گیا۔

ڈاکٹر اقبال اور سلطان باہو کے کلام میں صوفیانہ سطح پر کافی مماثلت نظر آتی ہے۔ اگرچہ حضرت

Marfat.com

سلطان باہو کے کلام میں پنجاب کے علاقائی رنگ کی آمیزش کی بدولت جو بے ساختگی محسوس ہوتی ہے وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ اس لیے اُن کا اصل کلام دل کی گہرائیوں میں جو کیف وسرور پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے وہ ترجمے کے مطالعے سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ تاہم ترجمے سے پیدا شدہ اثرات سے اصل کلام کی اثر پذیری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہی چیز انسان کو اصل کلام کی طرف رجوع ہونے کے ذوق وشوق کا شعور دلاتی ہے۔ سلطان باہو کے نزدیک اللہ کی پہچان کا ذریعہ انسان کا اپنا قلب وضمیر ہے۔ چونکہ ہر انسان کو اسلام کی فطرت صالح پر پیدا کیا جاتا ہے۔ اس لیے وہ حق وباطل کی پہچان کا سلیقہ اپنے اندر ضرور رکھتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ انسان حق کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ ہی نہ رکھتا ہو۔ انسانی ارادہ اتنی وسیع وعریض، نازک اور گہری چیز ہے کہ ایک انسان بعض اوقات خود اپنے آپ کو پہچاننے میں بھی غلطی کر جاتا ہے۔ اپنے تئیں وہ سمجھتا کچھ ہے لیکن ہوتا کچھ اور ہے۔ سلطان العارفین ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

دل دریا بحر سے گہرا، کون دلوں کی جانے ہُو
بیچ ہی بیڑے جھگڑے جھیڑے چپو بانس پرانے ہُو
چودہ طبق ہیں دل کے اندر جیسے خیمے تانے ہُو
دل کا محرم ہی بس باہُو، اللہ کو پہچانے ہو۔

اقبال کے نزدیک بھی دل کو یہی مقام حاصل ہے۔ چنانچہ اقبال فرماتے ہیں ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
من کی دنیا؟ من کی دنیا، سوز ومستی جذب وشوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا، سود وسودا، مکر وفن

Marfat.com

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی ہے
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اقبال کے آخری شعر کو حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رنگ میں بیان فرمایا تھا اور متعین کر دیا تھا کہ دِل کے فقر و غنا کا دار و مدار ہرگز غیر اللہ کے سامنے جھکنے اور ان کی اطاعت و بندگی میں نہیں ہے۔ اگر انسان حقیقی دولت حاصل کرنے کا متمنی ہے تو اُسے صرف اللہ بزرگ و برتر کو اپنا دوست بنا لینا چاہیئے۔ چنانچہ باہو فرماتے ہیں ؎

نفسِ امارہ کو مارو جو کُتا کہلائے ھُو
خون پیئے اور چربی والا لقمہ ہر دم کھائے ھُو
کون ہے یہ بائیں پہلو میں دِل جو نام بتائے ھُو
بھوکا ننگا ہے یہ باہو اللہ اُسے رجائے ھُو

من کی دنیا کی تسخیر دراصل کائنات ارضی و سماوی کی تسخیر ہے۔ جو شخص مَن کی دنیا میں ڈوب کر سراغ زندگی پا گیا وہ درحقیقت گمراہی کی بھول بھلیوں سے بچ کر نکل گیا اور بالآخر اسے حق کا راستہ مل گیا۔ ایسا شخص فطرتِ اسلامی پر لوٹ آیا اور جب وہ اپنی فطرت کو سمجھ گیا تو ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کا باغی ہو۔ من کی دنیا کی غواصی کے لیے انسانی علم و حکمت کی خاص تربیت درکار ہے اور یہ تربیت مکتب کی کرامت نہیں بلکہ فیضانِ نظر کی مرہونِ منت ہوا کرتی ہے۔ یہی وجہ ظاہری علوم کی سطحیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے نگاہِ درویش کے ذریعے حاصل ہونے والے اسرار و رموز کی عظمت اِس طرح سے بیان فرماتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ علم کتابوں والا ہو گئے سارے عالم ھُو
عشق کا لفظ نہ جانے باہو لوگ بڑے بیچارے ھُو

Marfat.com

اک نگاہ سے عاشق دیکھے لاکھ کروڑ ستارے ھُو
لاکھ نگاہ سے دنیا دیکھے دنیا بھر بھی ہارے ھُو

اقبال اِسی مفہوم سے یوں بیان کرتے ہیں۔

قلندر جز حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا
حدیثِ بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا

علم کی عظمت سے انکار نہیں لیکن علم کو چراغ راہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ انسان کی حقیقی منزل تو علم کی سرحدوں سے آگے شروع ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ؎

علاجِ ضُعفِ یقین اُن سے ہو نہیں سکتا
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے رفیق
اگر ہے عشق تو کُفر بھی ہے مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلمان کافر و زندیق

علوم و فنون کے دریا ہضم کر جانے کے باوجود اگر نسلِ انسانی میں درندگی موجود ہے۔ بہت کچھ جانتے ہوئے بھی اگر انسان انسان پر ظلم ڈھا رہا ہے۔ حق و انصاف کو پامال کر رہا ہے۔ ایک دوسرے کا حق غصب کر رہا ہے تو اِس کا صاف مطلب ہے کہ انسان پڑھا لکھا جاہل ہے۔ انسان نے اپنے علم کو حقیقی مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا۔ بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر کے بیٹھنے والے بے اثر انسانوں کو حضرت باہو نہایت ہی پیارے انداز میں بات اس طرح سے سمجھاتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ علم دکھائے سب کو کیا تیری دانائی ھُو
دودھ اگر پھٹ جائے باہو کیا آئے بالائی ھُو

Marfat.com

سونا ہاتھ میں لے کر باہو ہاتھ نہ بدلے رائی ھُو
ٹوٹے دِل جو راضی کرے اُسنے منزل پائی ھُو

اقبال رحمۃ اللہ علیہ اِسی نقطے کو اپنے انداز میں یوں بیان کرتے ہیں۔

نہ فلسفی سے نہ مُلّا سے ہے غرض مجھ کو
یہ دِل کی موت، وہ اندیشہ و نظر کا فساد

دنیا اگر بے عمل ہے تو اقبال اس کا الزام علماء وفضلا کو دیتا ہے۔ اور پھر انہیں وہ ترکیب بھی بتاتا ہے کہ جسے استعمال کر کے یہی علماء اپنی بات کو مؤثر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ کہتا ہے ؎

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغان ہے مردِ خلیق

چنانچہ علم کا مقصد تو عقل کی دنیا میں انقلاب برپا کرنا ہوا کرتا ہے۔ جو علم انسان کی عملی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتا وہ بیکار علم ہے۔ ایسے عالم جو بے عمل ہوں وہ درحقیقت ایسے گدھے ہیں جن پر علوم وفنون کی کتابیں لادی ہوں۔ علم کا ناجائز استعمال بھی اسی شمار میں آتا ہے کیونکہ جس دودھ سے مکھن پیدا نہیں ہوتا وہ پھٹے ہوئے دودھ کی مثال ہے لہٰذا وہ انسانوں کو عظمتوں سے ہمکنار کرنے سے قاصر ہے عقلمند انسان ہمیشہ اپنے علم کو اس کی حقیقی روح کے مطابق استعمال کرتا ہے کیونکہ ایسے بیوقوف انسان کی ہمیشہ تکذیب کی جاتی ہے جو سونے کے بدلے پتھر خریدنے کی تجارت کر رہا ہو۔ بلکہ ایسے انسان کو بالغ النظر کہنا ہی بلوغتِ فکر ونظر کی توہین ہے حضرت باہو دِل کی صفائی اور مَن کی دولت پا لینے کے لیے ایک نسخہ کیمیا اسی طرح بیان فرماتے ہیں ؎

تن کے سونے شہر میں باہو دِل ہے ایک محلہ ھُو
ہُونے دل میں بس کر میری خوب کی ہے تسلی ھُو

Marfat.com

سب کچھ میں سُنتا ہوں باہو ایک سوائے اللہ ھُو
ہُو کا ورد نہیں ہے تو دنیا بھیڑوں کا گلہ ھُو

دلوں کو اطمینان کی دولت صرف حق شناسی اور احکام الٰہی پر عمل درآمد کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ دل کی غذا یہی ہے کہ وہ ذکرِ الٰہی میں اسی طرح مگن رہے کہ انسانی جسم خدا کی حکم عدولی پر کسی شعبہ میں بھی آمادہ نہ ہو سکے۔ لیکن دورِ حاضر کے انسانوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اپنی فکر و نظر پر شیطانی علوم و فنون کے زیرِ اثر اتنا مان رکھتا ہے کہ وہ حقیقی علوم کو وقت کا ضیاع اور بے کار اشغال قرار دیتے ہوئے اللہ ہو کے ورد سے دور بھاگتا ہے۔ حالانکہ جس انسان کی زندگی اللہ ہُو کے ورد کی عملی تصویر ہو گی وہی انسانی قدروں کا محافظ و نقیب ہو گا اور نسلِ انسانی کے لیے خیر و فلاح کا باعث بن سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے اعتنائی برتنے والے معاشرے ہمیشہ شر و فساد کی آماجگاہ رہیں گے۔ حقیقی خوشی ایسے معاشروں کا مقدر نہیں بن سکتی۔

اقبال اسی سے ملتی جلتی بات کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ

ے تو ہما کا ہے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری
نہیں مصلحت سے خالی یہ جہان مرغ و ماہی

ے تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الٰہ الا
لغتِ غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

اقبال مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تو اگرچہ بلند نصب العین پر ایمان رکھتا ہے لیکن دنیا کی آلائشوں میں مقصد سے اس قدر دور ہو گیا ہے کہ اب دنیا میں ذلیل و خوار ہے۔ جب تک اپنے مقصد پر پختہ ایمان نہیں لائے گا تجھے ہمت سے ہمکنار ہونا نصیب نہیں ہو گا۔

Marfat.com

مُلّا حافظ کریں تکبر لوگ بے چارے سیدھے ھُو
بغلوں میں یہ داب کتابیں چلنے گلیاں کوچے ھُو
دعوت دیکھیں جہاں مرغن وہیں لگائیں ڈیرے ھُو
پیٹ کمائی کھائیں باہُو دو جگ کے ٹھکرائے ھُو

حضرت باہُو علماء دین کی بے عملی کا ماتم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علماء اپنے علم کے گھمنڈ میں اور دنیا دی ضروریات میں اس قدر الجھے ہوئے ہیں کہ عوام کو سیدھا راستہ دکھانے کی ذمہ داری کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ اس لیے علما نے نہ صرف اپنے معاشرے میں عزت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے بلکہ خدا کے نزدیک بھی معتوب قرار پائیں گے۔
اقبال یہی مفہوم کچھ اس طرح ادا کرتے ہیں ؎

گلا تو گھونٹ دیا ہے اہلِ مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللّٰہ
اٹھا میں مدرسۂ خانقاہ سے غم ناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

علماء وقت اور صلحاء اُمت کا کام عوام کی صحیح تعلیم و تربیت کرنا ہے ظاہر ہے جب علماء فضلا اپنے بنیادی فرائض سے غفلت برتیں گے تو پورا معاشرہ گمراہیوں کے ہتھے چڑھ کے غلط راستہ اختیار کرلے گا۔ اقبال نے جدید تعلیم کی گمراہیوں کے پس منظر میں اہلِ مدرسہ یعنی اساتذہ کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ انہوں نے نوجوانوں کو خدائے بزرگ و برتر سے روشناس کرانے میں جس بے حسی کا مظاہرہ کیا ہے اُس کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے نوجوانوں کی اکثریت دین سے بے گانہ ہے اور وہ بتوں سے امیدوں اور خدا سے نا امیدی کے امین ہیں۔
باہو علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

Marfat.com

ب ت پڑھنے والا باہو فاضل ہو گا کیسے ھُو
جس نے لفظِ حقیقت پایا بخت اُسی کے اُونچے ھُو
ہفت افلاک کریں جگ روشن پھر بھی ظلمت ناچے ھُو
ہو حق کی قندیل نہیں سارے علم کے قصّے ھُو

جدید علوم چونکہ انسان کو خدا شناسی کا سبق نہیں دیتے اس لیے حضرت باہو کے نزدیک ب ت پڑھنے والے پڑھے لکھے جاہل ہیں۔ اس تعلیم میں خدا شناسی کی روح جب تک کارفرما نہیں ہو گی۔ جدید سائنسی طریقے کے باوجود انسانی قلب وضمیر روشن نہ ہوں گے اور ظلمت کے اندھیرے دنیا کو برائیوں اور خرابیوں کے بھنور میں مبتلا کیے رکھیں گے۔ انسان انسان کا خدا بن کر اُسے محکوم بنائے رکھے گا اور معاشرے میں استحصالی قوتیں شیطانیت کے ساتھ ناچتی ہوئی بنیادی انسانی اقدار کا مذاق اڑاتی رہیں گی۔ انسان، ہفت افلاک تک رسائی حاصل کر لیے۔ چاند اور زہرہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے باوجود درندوں کی طرح انسانی جان مال وعزت وآبرو کا تاجر بنا رہے گا۔ "ہُو حق کی قندیل ہی ان جہالتوں کا واحد علاج ہے"

اقبال کہتے ہیں ؎

اے لا اِلٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ کردار قاہرانہ
تیری نگاہ سے دِل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

اقبال کے نزدیک "ہُو حق کی قندیل" روشن کرنے کا علم مسلمان کو عطا کیا گیا تھا۔ لیکن مسلمان نے اپنی میراث سے مناسب فائدہ نہ اٹھایا تو اُس میں نہ تو گفتارِ دلبرانہ رہی اور نہ ہی کردارِ قاہرانہ باقی رہا اُس کا جذب قاہرانہ رخصت ہوا تو وہ ذلیل وخوار ہو گیا۔ رزق کے بارے میں اللہ کا انسان سے وعدہ ہے کہ رازق خدا ہے انسان کے لیے محنت فرض ہے۔

Marfat.com

لیکن رزق جس قدر انسان کی قسمت میں لکھا ہے وہی ملے گا کیونکہ دراصل امارت وغربت افلاس وخوشحالی وغیرہ تو انسان کی آزمائش کے دو ذرائع ہیں اگر اللہ بعض انسانوں کو قارون بنا کر آزماتا ہے تو دوسروں کو غربت وافلاس میں مبتلا کر کے اُن کا امتحان لیتا ہے۔ دیکھنا یہی ہوتا ہے کہ انسان ہر حال میں راضی بالرضا رہتا ہے یا نہیں چنانچہ اسی ایک بات کی تشریح حضرت باہُو یوں بیان فرماتے ہیں۔

بے ادبوں کی ایک نشانی دو عالم سے راندے ھُو
پاک کہاں ہوتے ہیں یہ مٹی کے بھانڈے ھُو
روزِ ازل کے کھوٹے باہُو کیسے ہونگے رانجے ھُو
ہُوسے جو دل خالی ہو در در کے ٹکڑے مانگے ھُو

اقبال اس عنوان پر ہم سے یوں ہمکلام ہیں۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم
دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

اے مسلماں اپنے دل سے پوچھ مُلا سے نہ پوچھ
ہوگیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

خدا سے تعلق خاطر قائم ہوجانے کے بعد کی کیفیت کو اقبال اسی طرح سے بیان کرتا ہے کہ

مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لا اِلٰہ اِلا ھُو

لیکن اس کیفیت کو حضرت باہُو نے عظمت دخوبی عطا کی ہے وہ یقیناً اسی مرحق

Marfat.com

آگاہ کا سرمایہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

اندر باہر ہُو ہی ہُو ہے باھُو کہاں ملے گا ھُو
ہُو کا داغ محبت والا ہر دم ساتھ جلے گا ھُو
دیکھ کے روشن ہُو کی شمع بھاگے دور اندھیرے ھُو
دو جگ اس کے خادم باھُو جو عامل ہے ہُو کا ھُو

حضرت باھُو کے نزدیک "ہُو ہی ہُو" انسانی دکھوں کا مداوا ہے انسانی معاشرے سے شر و فساد کو مٹا ڈالنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس پر عملدرآمد سے دنیا سے جہالت کے اندھیرے مٹائے جا سکتے ہیں اور انسان کو امن و سکون کی دولت نصیب ہو سکتی ہے اور یہی وہ عمل ہے جو انسان کو اپنے خالق کی پہچان عطا کرتا ہے اور اس کے قرب کا ذریعہ بنتا ہے اور قیامت کے بعد ابدی زندگی کو سنوارنے کی واحد تدبیر ہے۔ حضرت باھُو صرف لوگوں کو ہی اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین نہیں فرماتے بلکہ وہ اپنی یہ کیفیت بھی بیان کرتے ہیں کہ "ہُو ہی ہُو" پر عمل درآمد کرنے اُن کا حال تو یہ ہو چکا ہے کہ اُن کا اپنا وجود کہیں نظر ہی نہیں آتا۔ بلکہ ہے

تجلی تیری ذات کی سو بہ سو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

گویا کہ حضرت باھُو جب اپنے سینے کے اندر جھانک کر دیکھتے ہیں تو وہاں بھی "ہُو ہی ہُو"، ڈیرے جمائے ہوئے ہے اور سینے سے باہر پوری کائنات بھی اُس کا ظہور نظر آتا ہے۔ جب کسی انسان پر یہ کیفیت طاری ہو تو شیطان کو حملے کی کوئی راہ نہیں مل سکتی۔ لہٰذا انسانی زندگی سے شیطنیت کا وجود خارج ہو جاتا ہے اور وہ رحمانی طاقت کا مظہر بن جاتا ہے۔ ایسے ہی انسانوں کے لئے پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوتا ہے کہ

" میں اُن کے ہاتھ بن جاتا ہوں "

Marfat.com

اقبال اسی کیفیت کے حصول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہتا ہے کہ انسان کو اپنی تربیت کو ایسے معیار پر لے آنا چاہیئے کہ

ع خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

- حضرت باہُوؒ کے نزدیک دنیا کے جھگڑوں اور بکھیڑوں سے آزادی ہی دراصل انسان کی روح کی حقیقی آزادی سے تعبیر کی جا سکتی ہے۔ جو انسان دنیا کمانے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہو۔ وہ دنیا کا اسیر ہے اور وہ روحانی سطح پر غلام ہے۔ ایسے انسانوں کو ظاہری آزادی کا فریب دنیاوی لذتوں کے بھنور میں پھنس کر حقیقی اطمینان اور قلبی و روحانی مسرتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ دنیا چونکہ چند روزہ ہے اس قسم کے لوگوں کو چند روزہ دنیاوی آسائش نصیب ہوگئی تو وہ دائمی بے اطمینانی کے روح فرسا نتائج سے اپنا دامن بچا نہیں سکتے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آج سائنس کے بدولت دیہات کے گھر گھر میں بھی بجلی کے قمقمے روشن ہیں۔ لیکن بہترین ترقی یافتہ دنیا کے لوگ قلبی اطمینان و سکون کی تلاش میں کہیں جوگی اور کہیں ہپی بن کر دنیا کے کونے کونے میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ قلبی اطمینان کی دولت انسان کو نہ تو دنیا کے امیر ترین ملک امریکہ اور برطانیہ میں حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی بظاہر مادی مساوات کے خوشنما دعاوی رکھنے والے سوشلسٹ ممالک کے انسانوں کے حصوں میں آ سکتی ہے۔ حقیقی مسرت کا متلاشی انسان ہر قسم کے نظاموں میں شدید کرب و اذیت کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے فرار کے راستے تلاش کرتا ہے۔

حضرت باہُوؒ دورِ حاضر کے انسان کے لیے حقیقی مسرت کے حصول کے لیے یہ نسخۂ کیمیا بیان فرماتے ہیں ؎

جو محتاج نہیں دنیا کے اُن کا فقر ستارہ ھُو
نظریں جن کی کامل ہوں کیوں ماریں پھر پارہ ھُو
دوست ہو جن کا حاضر ہر دم کان کا دشمن بارا ھُو
نام فقیر اُنہیں کا باہُو جن کا نبی سہارا ھُو

شیطانی علوم کے مقابلے میں جب انسان رحمانی علوم کے زیور سے خود کو آراستہ کر

Marfat.com

لیتا ہے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عہد کر لیتا ہے تو دنیا سے بے نیازی کو ذخیرہ بنا لیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح بادشاہ ہوتے ہوئے بھی فقر کی دولت کا پاسبان بن جاتا ہے اور یہی وہ عظمتِ کردار جس شخص کو حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ دراصل بادشاہی میں بھی فقیری کا منصب دار کہلاتا ہے۔ ایسے کامل انسان کو پھر اپنے مسائل کے حل کے لیے براہِ راست روحانی قدروں پر ایسا اطمینان اور یقین محکم ہو جاتا ہے کہ بتوں سے امیدیں لگانے کے جال سے صاف بچ نکلنے کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتا ہے۔ خدا پر اُسے اتنا بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ ہر آن جری سے جری دشمن سے بھی ٹکرا جانے پر تلا ہوا نظر آتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کی اپنی ظاہری طاقتیں تو محض ایک حکم کا درجہ رکھتی ہیں۔ لہٰذا وہ حکم کی حد تک انہیں اکٹھا کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور حقیقی طاقتیں تو اللہ کی ہیں جو ہر آن اُس کی پشت پناہی پر ہے۔ اس لیے دنیا کی کوئی طاقت اُسے شکست نہیں دے سکتی۔ اس کے لیے طریقہ صرف ایک ہے کہ انسان سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے اور اُسی کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لے۔ کیونکہ خدا نے اپنی نصرت عطا کرنے کے لیے یہی طریقہ مقرر فرمایا ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ انسان کی جدید خطوط پر تعلیم و تربیت اُسے اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر مطمئن بھی ہونے دے۔ کیونکہ جدید علوم میں تو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تصور ہی موجود نہیں ہے۔ اس لیے جدید علوم کے دلدادہ اور بس ت پڑھنے اور پڑھانے کو آخری منزل قرار دینے والے اصحاب خُدا کے بتائے ہوئے راستے یعنی اسلام میں بہت سی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ نیرہ۔ چودہ سو سال پرانا ضابطہ حیات ہے۔ اس لیے یہ سرے سے ہی ہمارے جدید مسائل کو حل کرنے کے قابل نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ محض اس کے بنیادی اصولوں کو لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اُن کی تعبیر جدید علوم کی روشنی میں ہونی چاہیئے چونکہ جزئیات ہیں اسلام کے احکامات کی تعمیل کا مذاق اُڑانا تو دورِ حاضر کے مسلمان معاشرہ کا

Marfat.com

عام چلن ہو گیا ہے اور ایسے مسلمانوں کو فوراً مُلّا یا ملنٹے کا طعنہ دے دیا جاتا ہے۔ چہرے پر داڑھی تو جدید روشنی کے دلدادہ انسان کو ہرگز گوارہ نہیں۔ جب کہ حضرت باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ دل کے کالے پن سے صاحب بہتر ہے منہ کالا ھُو

یار تبھی پہنچانے جب ہو۔ منہ کالا دل اچھا ھُو

چونکہ عاشق حقیقی کے لیے تو بس یار سے ملاقات اور وصل حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آخری اور حتمی منزل ہوتی ہے۔ جس پر ہمیشہ اُس کی نگاہ رہتی ہے۔ محبوب کی منزل کو پانے کے لیے عاشق جب ایک دفعہ ایک راستے پر چل نکلتا ہے تو پھر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ وہ کس حال میں ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے حال کا خیال رکھے گا۔ تو منزل نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گی۔ لہذا ایک دیوانے کے لیے نہ تو جسم کے کپڑے اور فیشن اہمیت رکھتے ہیں اور نہ ہی خاص قسم کی سواریاں کوئی حقیقت رکھتی ہیں۔ وہ تو اپنے آپ سے بے خبر مقصد کی دھن میں مست ہر آن منزل کی جانب نیا قدم اُٹھانے کو اپنی کامیابی قرار دیتا ہے۔ کیونکہ سمندر سے موتی نکالنے کا شائق انسان اگر اپنے بھیگ جانے کو اہمیت دے گا تو وہ دُرِ مقصود ہرگز حاصل نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مذہب کے دروازے اُونچے فقر کا راستہ چھوٹا ھُو

جانے والے چھپ کر جائیں۔ عالم روکے راستہ ھُو

پتھر اینٹیں۔ روڑے ماریں۔ دل پتھر ہے۔ ان کا ھُو

عاشق پائے۔ بات کو باھُو۔ کیا جانے یہ دُنیا ھُو

رہنمائے ارتقاء ہے نقشِ پائے مصطفےٰ

ہنس رہی ہے آدمیت اپنی منزل دیکھکر

Marfat.com

از مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

ترجمہ:۔ رضا فاروقی

اسلام میں عورت کا مقام

مبلغ اسلام کا یہ مضمون انگریزی رسالہ دی سٹار ٹ ۔ انٹرنیشنل میں شائع ہوا تھا۔ جس کا ترجمہ قارئین کیلئے حاضر ہے

ابتدائی ادوار کے سوا تاریخی حقائق شاہد ہیں۔ کہ عورت کو ہمیشہ مرد سے کمتر سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور یہ طرز خیال اسقدر راسخ ہو گیا تھا۔ کہ مرد نہ صرف اپنے آپ کو افضل گمان کرتا تھا۔ بلکہ وہ عورت سے اپنی خواہشات کے مطابق ہر قسم کی خدمات لینے کا حقدار بن بیٹھا تھا۔

اس مسئلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم تاریخ عالم کا جائزہ لیں۔ تو ہمیں نظر آتا ہے۔ کہ یورپ میں ۵۸۶ئہ میں اہل کلیسا اور دانشوروں کی ایک کانفرنس ناتیس کے مقام پر منعقد ہوئی۔ موضوع بحث یہ تھا۔ کہ عورت کو مرد کی مانند بنی نوع انسان سمجھا جائے۔ یا نوع حیوان میں شمار کیا جائے۔ ایک طویل اور گرما گرم بحث کے بعد اکثریت رائے سے فیصلہ کیا گیا۔ کہ عورت بنی نوع انسان سے ہی ہے۔ مگر مرد سے کہیں زیادہ کمتر اور اس کی خدمت کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ اس کانفرنس میں موجود ملکہ کا بھی فیصلہ پر گہرا اثر تھا۔ اسی دور میں ایشیا میں دیگر اشیاء کی طرح عورتیں فروخت ہوتی تھیں۔ اور رہن بھی رکھی جاتی تھیں۔ ایک مرد اپنی ہی بیٹیوں کو بیوی کی حیثیت دینے کا مجاز بن گیا تھا۔ عرب میں کسی دوسرے کی زوجیت میں اپنی بیٹی کو دینا رسوائی خیال کیا جاتا تھا۔ لہٰذا اعلیٰ خاندانوں میں اپنی بیٹیوں کو ذبح کرنا یا زندہ درگور کرنا ایک معمول بن گیا تھا۔ اس وقت بیوی خاوند کی جائداد

Marfat.com

تصور کی جاتی تھی کثرتِ ازدواج کا رواج عام تھا اور اس سلسلہ میں مرد پر کوئی پابندی عائد نہیں تھی۔ والد کی وفات کے بعد اس کی بیویاں وراثت کی دیگر اشیاء کی مانند بیٹوں میں تقسیم ہوتی تھیں۔ پھر ان وارثوں کو انہیں اپنی زوجیت میں لانے کی پوری اجازت تھی۔ انڈیا میں قانون کے مطابق عورت ہمیشہ مرد کے زیر اختیار رہی ہے۔ بحیثیت بیٹی وہ باپ کی، بحیثیت بیوی اپنے خاوند کی، اور بحیثیت ماں وہ بڑے بیٹے کی جاگیر سمجھی جاتی تھی۔ بیوی قابل فروخت، قابل رہن اور قابلِ ادائیگی تاوان تھی۔ چین میں عورتوں کو اپنے گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اور ان سے غلاموں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔

دنیا میں صنفِ نازک کی یہ کیفیت تھی، کہ عورت کے نجات دہندہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سرزمینِ عرب پر تشریف لائے۔ اور انہوں نے کائنات کے مالک جس نے مرد و زن دونوں کو پیدا کیا۔ اور دونوں سے برابر محبت رکھتا ہے کے الہامی فرمان کی دنیا میں تبلیغ کی، اور فرمایا کہ عورت بالکل مرد کی مانند ہے۔ اور وہ زندگی میں مساوی حقوق، برابر کا حصہ اور یکساں مقام رکھتی ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ انہیں مرد کی ملکیت سمجھا جائے۔ مرد کی طرح وہ بھی حق ملکیت رکھتی ہے۔ بلاشبہ تقسیم کار کے اصول کے مطابق زندگی میں عورت کے کچھ خصوصی فرائض ہیں۔ جسطرح مرد کی بھی کچھ خصوصی ذمہ داریاں ہیں۔

زندگی میں عورت تین مدارج سے گذرتی ہے۔ (ا) بیٹی کی حیثیت سے (ب) بیوی کی حیثیت سے اور (ج) ماں کی حیثیت سے۔

بیٹی کی حیثیت، بیٹیوں کا قتل یا زندہ درگور کرنا سختی سے روک دیا گیا۔ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ کہ قیامت کے دن زندہ درگور ہونے والی بچیوں سے پوچھا جائیگا کہ انہیں کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ (القرآن ۸۱:۸،۹) چنانچہ خدا کے سامنے مقتولہ

Marfat.com

اپنے قاتلوں کے خلاف شہادت دے گی۔ کیونکہ اس سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا تھا۔ کائنات کا پروردگار فرماتا ہے۔ "اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی روزی دیں گے۔ اور تمہیں بھی، بے شک اُن کا قتل بڑی خطا ہے"۔
(القرآن ۱۷،۳۱)

جب ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ آپ اُن سے اتنی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ کہ روایت ہے۔ آپ نے فرمایا "فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو ایذا پہنچائی۔ اس نے مجھے ایذا دی"، (مشکوۃ المصابیح)۵، ۱۷ L X) حضور اکرم نے بیٹیوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ جب تم اپنے بچوں کے لیے کوئی چیز لاؤ۔ تو لڑکیوں کو پہلے دو"، کیونکہ لڑکیاں اپنے والدین سے لڑکوں کی نسبت زیادہ محبت کرتی ہیں۔ چنانچہ عورت کے اس نجات دہندہ نے لڑکپن سے ہی عورت کا مقام بلند کر دیا۔

(ب) بیوی کی حیثیت:۔

جس طرح فریقین میں دیگر معاشرتی معاہدے ہوتے ہیں۔ اسلامی قانون میں شادی بھی ایک معاہدہ ہے۔ جہاں تک معاہدے کی شرائط کا تعلق ہے۔ دونوں فریق مرد اور عورت برابر ہیں۔ دونوں کے کچھ فرائض اور کچھ حقوق ہیں۔ اسلام ہر معاہدے میں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق بلا روعایت عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہیں۔ اور عورتوں کا حق بھی ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے۔ شرع کے موافق"، (القرآن ۲،۲۲۸)

بلاشبہ تقسیم کار کے اصول کے مطابق، کام میاں بیوی میں تقسیم ہونا چاہیئے۔ عورتوں کو قدرتی طور پر بچوں کے جوان ہونے تک اِن کی نگہداشت کرنا ہوتی ہے۔

Marfat.com

وہ بچوں کی پرورش میں مشغول ہوتی ہیں۔ اسلیئے وہ ذریعۂ معاش کی طرف توجہ نہیں دے سکتیں۔ اس لیے شوہر ان کے نان و نفقہ کے ذمہ دار ہیں۔ اور گھر کی تمام ضروریات کو پورا کرنا بھی انکا فرض ہے۔ صورتحال کو مزید واضح کرنے کے لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس لحاظ سے گھر کی حکومت میں خاوند کو بطور وزیر خارجہ اور بیوی کو بطور وزیر داخلہ کام کرنا چاہیے۔

رسول خدا نے فرمایا کہ " عورت اپنے گھر کی ملکہ ہے "۔ اور قرآن کریم نے بھی خوبصورت پیرائے میں عورت کی حیثیت بیان کی ہے۔ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے۔ کہ ان سے آرام پاؤ۔ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ (القرآن ۲۱:۳۰) ایک اور روائت ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ " مسلمانوں میں کامل ترین ایمان اُس کا ہے۔ جس کا بہترین اخلاق ہے۔ اور جو اپنی بیوی سے بہت زیادہ شفیق ہے۔

جمعۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں حضور اکرم نے پھر عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی۔ انہوں نے فرمایا " اے لوگو! تمہارے کئی حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں۔ اور اسی طرح تمہاری بیویوں کے حقوق تم پر ہیں۔

وہ تمہارے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ خبردار! ان کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنا۔

ظہورِ اسلام سے قبل تعدادِ ازواج کے سلسلہ میں مرد پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ حتیٰ کہ اس دور میں بھی افریقہ کے کچھ لوگوں اور دنیا کے کچھ غیر مہذب قبائل میں اس سلسلہ میں مرد کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اسلام نے حقیقتاً ایک حد مقرر کر دی۔ اور ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت صرف بدکاری کی روک تھام کے لیے دی ہے۔ زائد ازدواج کی اجازت غیر قانونی مباشرت کو روکنے کے لیے ہے۔ یہ اس وقت کے لیے ہے۔ جہاں مرد کے لیے اپنے

Marfat.com

نفس پر ضبط کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ انسان کی زندگی میں دو مواقع ایسے ہیں۔ جہاں ایک سے زائد شادیاں ضروری ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر پہلی شادی سے اولاد نہ ہو۔ تو اس کو بدکاری سے بچانے کے لیے صرف دوسری شادی کا ہی طریقہ ہے۔ دوسرے جہاں فاضل مقدار میں خواتین ہوں۔ جیسے اکثر جنگوں کے بعد ہوتا ہے۔ ایسے میں انسانی معاشرے کو بدچلنی سے صرف ایک سے زائد شادیاں رچا کر ہی بچایا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید نے بیویوں کی تعداد چار تک محدود کر دی ہے۔ اور ان میں مکمل مساوات اور انصاف کا حکم بھی دیا ہے۔ "اور اگر تمہیں اندیشہ ہو۔ کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہیں کرو گے۔ تو نکاح میں لاؤ۔ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں۔ دو، دو، تین تین، اور چار چار۔ پھر اگر ڈرو۔ کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے۔ تو ایک ہی کرو" (القرآن ۴:۳۱)

شادی کی شرائط فریقین کے مابین طے پاتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر ایک طرف شوہر طلاق دینے کا مجاز ہے۔ تو دوسری طرف بیوی اپنی مرضی کے مطابق حق مہر اور نان و نفقہ کے تعین کروانے کی حق دار ہے۔ اور جب ضروری ہو۔ تو وہ شوہر سے علیحدگی کا اختیار بھی لے سکتی ہے۔ اگر شادی کے موقع پر مکمل غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا جاتے۔ تو فریقین عملی طور پر یکساں مقام پر ہوتے ہیں۔ لہذا خواتین کے نقصان اٹھانے کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

اسلام عدل و انصاف اور مساوات کا حکم دیتا ہے۔ اگر مسلمان ہونے کے دعویدار ان احکام کی بجا آوری نہیں کرتے تو یہ ان کی خطا ہے۔ اسلام کو کسی بھی صورت میں موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر آج لوگ تعدادِ ازدواج کی اجازت کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنی عیاش پسند اور خواہشاتِ نفسانی سے پُر زندگی کو اسلام کے لبادہ میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ ان کی غلطی ہے۔ اور وہ ربِ عزّ و جل کے

Marfat.com

دربار میں شدید سزا کے مستحق ہیں۔ جو ان کی قلبی کیفیات سے واقف ہے۔

ج) ماں کی حیثیت سے:۔

ماں کی حیثیت سے عورت کا مقام ناقابل فہم حد تک بلند کر دیا ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے۔ "اور تمہارے رب نے حکم فرمایا۔ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دو بڑھاپے کو پہنچیں۔ تو انہیں اُف تک نہ کہنا۔ اور انہیں نہ جھڑکنا۔ اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لیے عاجزی کا بازو پھیلا نرم دلی سے اور عرض کر کہ میرے رب ان دونوں پر رحم کر۔ جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا (القرآن: ۲۴-۲۳-۱۷)

روائت ہے۔ کہ حضور اکرم سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ رسول خدا کے بعد سب سے زیادہ کس کی تعظیم کی جائے۔ تو آپ نے فرمایا۔ "اپنی ماں کی"، تب سوال کیا کہ "ماں کے بعد"، رسول خدا نے فرمایا "اپنی ماں کی"، پھر یہی سوال دہرایا گیا۔ تو حضور نے پھر وہی جواب دیا۔ صحابی رسول نے چوتھی مرتبہ سوال کیا۔ تب حضور نے فرمایا "اپنے باپ کی" اس روائت سے معلوم ہوا۔ کہ ماں کی حیثیت اولاد کے ذہن میں باپ کی حیثیت سے تین گنا زیادہ ہونی چاہیے۔

روائت ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی رسول، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کی "اے خدا کے رسول! صحرائے عرب میں ایک گرم دوپہر جبکہ پتھر اور ریت آگ کی مانند جل رہے تھے۔ میں اور میری والدہ ننگے پاؤں سفر کر رہے تھے۔ میں نے اپنی والدہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ تاکہ وہ ننگے پاؤں ہونے کی وجہ سے گرم پتھر اور ریت کی تکلیف سے محفوظ رہے۔ کیا میں نے اپنی والدہ کی اُن تکالیف کا بدلہ چکا دیا ہے۔ جو اُس نے میری پرورش کے دوران اٹھائیں۔ حضور اکرم نے جواب دیا۔ "نہیں! حتیٰ کہ تمہاری پیدائش کے وقت جو اُس نے

Marfat.com

تکلیف اٹھائی اُس کے ایک جز د کا بھی معاوضہ ادا نہ ہوا۔

اسلام میں حج بیت اللہ بہترین عبادت شمار ہوتی ہے۔ اور جو شخص خلوصِ نیت سے حج ادا کرتا ہے۔ رب کریم اُس کے تمام سابقہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور اُس کا درجہ اللہ کے نزدیک کافی بلند ہو جاتا ہے۔ لیکن ماں کی عظمت بیان کرتے ہوئے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ جو شخص تعظیم اور محبت بھرے انداز میں اپنی والدہ کے چہرے کو ایک دفعہ دیکھتا ہے۔ اُس کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اگر وہ شخص دوبارہ دیکھے۔ تو فرمایا دو حج کا ثواب اور اگر تین دفعہ تو تین حج کا ثواب اور اسی طرح جتنی مرتبہ دیکھے گا۔ اتنا ہی ثواب بڑھتا جائے گا۔"

پیغمبر خدا نے اپنے کردار و افعال سے دنیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ ایک دفعہ آپکی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ آپ سے بغرضِ ملاقات تشریف لائیں حضور اکرم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ جونہی آپ نے اُن کو دیکھا۔ تعظیم کے لیے فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی چادر فرش پر اُن کیلئے بچھا دی۔ اور ان سے چادر پر بیٹھنے کی درخواست کی۔ درج بالا اقتباسات سے بالکل واضح ہو گیا کہ اسلام میں ایک ماں، دوسروں کی نسبت سب زیادہ عزت و تکریم حاصل کرتی ہے۔

پردے کی نفسیات:۔

روحانی ترقی کے دروازے عورت کے لیے بھی اسی طرح کھلے ہیں جس طرح مرد کے لیے۔ انہیں مردوں کی طرح تعلیم حاصل کرنے کا حکم ہے۔ اور اگر وہ تعلیم میں اعلیٰ درجہ حاصل کر جائیں۔ تو مردوں سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ ان کے علم اور ان کی دانشمندی سے استفادہ کریں۔ روایت ہے۔ کہ نبی کریم

Marfat.com

کے وصال کے بعد صحابہ کرام اکثر حضور کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ سے تعلیم حاصل کرنے حاضر ہوتے۔ تاریخِ اسلام ان مسلم خواتین کی روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ جنہوں نے معاشرے میں بلند ترین مقام حاصل کیا۔ اور جنہوں نے اعلیٰ تعلیمی قابلیت حاصل کرنے کے علاوہ دیگر انسانی مشاغل میں بھی بہترین جوہر دکھلائے۔ عورت کے ادنیٰ ہونے کا تصور دیگر غیر مسلم اقوام، جن میں یہ تصور پہلے ہی موجود تھا۔ کے ذریعے غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں میں پھیلتا گیا جنہیں اسلامی تعلیمات سے بہت کم واقفیت تھی۔ اگر وہ اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہوتے۔ تو انہیں معلوم ہوتا۔ کہ اسلام میں عورت اپنے مقام، عزت اور عظمت کے لحاظ سے بالکل مرد کی مانند ہے۔ اور مرد کو کسی بھی صورت میں عورت کو ذلیل وخوار کرنے، کمتر سمجھنے یا اپنا آلۂ کار بنانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ بُرے ارادے سے عورت کو چھونا گناہ ہے۔ بلکہ بُرے مقصد سے ایک نگاہ ڈالنا بھی اسلام میں زنا کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآنِ مجید میں ان الفاظ میں مردوں کو حکم دیا گیا ہے۔

مسلمان مردوں کو حکم دو۔ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔ اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔ (القرآن ۲۴:۳۰) مسلم خواتین کے لیے بھی اسی قسم کا حکم صادر کیا گیا ہے "اور مسلمان عورتوں کو حکم دو۔ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔ اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں۔ مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔ اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں۔ مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں۔ یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں۔ یا وہ بچے جنہیں عورت کی شرم

Marfat.com

کی چیزوں کی خبر نہیں۔ اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے۔ اِن کا چھپا سنگار (القرآن: ۲۴،۳۱)

جسمانی طاقت کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو قوت ارادی بھی دی گئی ہے۔ یہ قوت ارادی ذھن سے منسلک ہے۔ جوں جوں دماغی قوت تربیت حاصل کرتی ہے قوت ارادی بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ذھنی قوت کی تربیت ارتکازِ توجہ کی مشق سے کی جاتی ہے۔

ہپناٹزم کا طالب علم ایک تصور قائم کر کے اِس پر اس طرح توجہ مرکوز کرتا ہے کہ چند لمحوں کے لیے دوسری ہر چیز بھول جاتا ہے۔ اِس مشق کی بدولت وہ بہت زیادہ طاقت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ بعض اوقات اُسے اس قابل بنا دیتی ہے۔ کہ وہ دوسروں کو اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اور اِن پر اپنے ذھنی ارادے کے مطابق اثر انداز ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ یہ تصور کرتا ہے۔ کہ "الف" کے سر میں درد ہو رہا ہے۔ تو "الف" کو اس نے اپنا معمول بنا لیا۔ اور چند لمحوں بعد ہی "الف" کو درد سر محسوس ہونے لگے گا۔ اسی طرح اگر وہ "ب" کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہے۔ "ب" فوری طور پر اُس کا گرویدہ ہو جائے گا۔ کیونکہ عامل کی قوت ارادی "ب" پر اثر انداز ہو گی۔ جس طرح ہم ایک انجن کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ یہ دس یا بیس یا سو ہارس پاور کا ہے۔ اس طرح ہم ایک عامل سے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ دس، بیس یا سو انسانوں کی قوتِ ارادی کا عامل ہے۔

اب یہ واضح ہو گیا۔ کہ ایک انسان اپنی قوتِ ارادی کے بل بوتے پر دوسرے انسانوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اور وہ اپنے ذھنی تصور کو اپنے معمول کے ذھن میں پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پس جب کوئی مرد شہوت بھری نظروں سے ایک خاتون کو دیکھتا ہے۔ تو اُس کے جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

اور جنسی خیالات اس کے ذھن میں امڈ آتے ہیں۔ اور اگر وہ مضبوط قوتِ ارادی کا حامل ہے۔ تو یہی خیالات خود بخود مذکورہ خاتون کے ذھن میں بھی پیدا ہو جائیں گے۔ اور اگر سینکڑوں ایسی نگاہیں اسی مقصد اور انہی خیالات کے تحت اس عورت پر پڑھیں، بے شک وہ خاتون پاکیزہ دِل اور معصوم کردار کی حامل ہو۔ وہ یقیناً اُن جنسی تصورات کے زہریلے جراثیم سے متاثر ہو گی۔ جو کہ مردوں کی قوتِ ارادی کی وجہ سے اس کے ذِھن میں داخل ہونگے۔ بالآخر اس طرح اُس کی عصمت اور کردار کی عظمت داغدار ہو جاتی ہے۔

خواتین بچوں کو شکم میں نو ماہ تک اٹھائے رکھتی ہیں۔ کم از کم دو سال تک دودھ پلاتی ہیں۔ اور کم و بیش چھ سات سال تک پرورش کرتی ہیں۔ میڈیکل سائنس کی یہ واضح حقیقت ہے۔ کہ ماں کی ذھنیت بچے کی ذھنیت پر اُسی طرح اثر انداز ہوتی ہے جس طرح اس کے جسمانی اوصاف بچے کی نشوونما کو متاثر کرتے ہیں۔ اس لیے اسلام مسلم خواتین کو حکم دیتا ہے۔ کہ وہ ایسی جگہوں سے دور رہیں۔ جہاں پر شیطانی قوتیں اور بُرے خیالات کا ان پر اثر انداز ہونے کا معمولی سا بھی خدشہ ہو۔ تاکہ ان کی عزتِ نفس اور پاکبازی محفوظ رہے۔ اور اِن بچوں کی ذھنیت پر کسی قسم کی بدچلنی کے اثرات مرتب نہ ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رب کریم قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر اللہ سے ڈرو۔ بات میں نرمی نہ کرو۔ کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو، اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور بے پردہ نہ رہو۔ جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے۔ اے نبی کے گھر والیو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے۔ اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ (القرآن، ۳۳: ۳۲، ۳۳)

Marfat.com

ان احکامات کی جسطرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح کی ہے۔ اُس کی مثال درج ذیل حدیث سے واضح ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء پیغمبر خدا کے پاس حاضر ہوئیں۔ اور اُس نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے۔ رسول خدا نے اُس کیطرف سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا اور چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے اسماء! یہ درست نہیں کہ جسم کے ان حصوں کے علاوہ کوئی دوسرا حصہ نظر آئے "

حضور اکرم کی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ اور پیاری بیویاں حضرت خدیجہ حضرت عائشہ کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں۔ ہمیں کوئی ایسی مثال نظر نہیں پڑتی کہ حضور کی ازواج مطہرات یا حضور کی صاحبزادی کو ننگے منہ یا ننگے سر مردوں کے سامنے دیکھا گیا ہو۔ ماسوائے نماز یا حج جیسی عبادات کی آدائیگی کے دوران۔ نماز کی شرائط میں کہا گیا ہے۔ کہ عورت کے ہاتھ اور چہرے کے سوا تمام جسم چھپا ہونا چاہیے۔

حدیث شریف میں حج کے دوران چہرے پر پردہ ڈالنے کی ممانعت کی گئی ہے نماز اور حج کے دوران مردوں کو خواتین کے چہروں پر نگاہ ڈالنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اور انہیں خبردار کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کی خدام عورتیں اپنے خالق کے سامنے حاضر ہیں۔

اسلام میں مرد و زن زندگی میں مراتب، بحثیت انسان پیدائشی حقوق اور اللہ سے قربت میں برابر ہیں۔ یہ نبی کریم کی تعلیمات ہیں۔ اور قرآن مجید میں بھی اسکو واضح کیا گیا ہے "لیکن تم میں کام کرنے والے کی محنت اکارت نہیں کرتا۔ مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو" (القرآن)

Marfat.com

از طارق محمود احمد ایم۔ بی بی ایس (متعلم)

اکابرینِ ملّت کی عظیم خدمات اور ہم

تاریخِ اسلام اِس بات پر شاہد ہے کہ ہر دور میں مردانِ حق کا ایک ایسا گروہ موجود رہا ہے جس نے دنیاوی مصلحتوں اور مفادات کی پرواہ کئے بغیر صرف رضائے خدا اور رضائے حبیبِ خُدا کے حصول کے لیے عظیم ترین قربانیاں پیش کی ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کے علماءِ حق اور مردانِ احرار کا کردار ہی اِس حوالے سے بہت تابناک ہے۔ پاک و ہند کے طول و عرض میں جب بھی اسلام یا مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی سازش کی گئی تو علماء و مشائخ کے اِسی قافلۂ عشق و مستی نے مسیحائی کی۔

جب مغل بادشاہ اکبرِ اعظم نے اپنے دور میں ہندو مسلم اتحاد کی آڑ میں اسلامی تشخص کو ختم کرنے کی ناپاک جسارت کی تو علمائے حق کے سرتاج حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے صدائے حق بلند کی اور دینِ اکبری کو نیست و نابود کر دیا اور اس طرح مجاہدانہ روش کی ابتداء کر دی۔

۱۔ جنگِ آزادی سے قیامِ پاکستان تک :۔ دینِ اکبری کے فتنہ کے بعد انگریزوں کے برصغیر میں ورود سے سازشوں کا ایک نیا باب رقم ہوا۔ انگریزوں نے اپنی فطری مکاری اور عیاری کے سبب آہستہ آہستہ سرزمینِ ہند پر قدم جمانے شروع کر دیئے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان بھی اپنوں کی سازشوں کے تحت شہید ہو گئے تو انگریزوں کی راہ میں مزید کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ چونکہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اس لیے وہ فطری طور پر مسلمانوں سے خائف تھے۔ اِسی خدشے اور مزاحمت کے خوف سے انہوں نے مسلمانوں کو دبانے کے لیے اُن پر مظالم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ شعائر اسلامی کی بے حرمتی اور

Marfat.com

مسلمانوں پر زیادتی کی حد کر دی۔ مسلمانوں کی اِس بے کسی کو دیکھ کر علمائے حق نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی یہ جنگِ آزادی علمائے ربانی کے سرخیل مولانا فضل حق خیر آبادی کی زیرِ قیادت لڑی گئی۔ جنہوں نے ہندوستان بھر کے جید علماء کی مدد سے انگریزوں کے خلاف ایک فتویٰ تیار کر دایا اور جامع مسجد دہلی میں جدوجہدِ آزادی کا آغاز کیا۔ آپ اور دوسرے علمائے اسلام کی مدبرانہ اور پُرجوش قیادت نے مسلمانانِ ہند کے دلوں میں آزادی کی شمع روشن کر دی۔ مولانا فضل حق کی ایما پر بہادر شاہ ظفر کو بادشاہ بنایا گیا اور حصولِ آزادی کی خاطر ایسے ایسے عظیم کارہائے نمایاں سرانجام دیئے گئے کہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں علمائے حق اور ان کے سرکردہ رہنماؤں کو سرِعام تختۂ دار پر لٹکایا گیا اور قافلۂ آزادیٔ ہندوستان کے اس سالار کو عبورِ دریائے شور کی سزا سنائی گئی۔ جہاں اس عظیم مجاہد نے شہادت پائی۔

:۔ **دار العلوم بریلی کا قیام** :۔ جنگ کے اسباب و واقعات کو مدِنظر رکھنے اور مسلمانوں کی ذہنی نفسیات کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد انگریز اس نتیجہ پر پہنچا کہ اِن سب واقعات کا تعلق مسلمانوں کے اسلام سے گہرے لگاؤ سے ہے۔ سو انگریزوں نے مسلمانوں کے اسلامی جذبہ کو ختم کرنے کے لیے ہر قسم کے ذرائع استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں جہاں مسلمانوں پر سیاسی، اقتصادی و معاشی لحاظ سے دباؤ ڈالا گیا۔ وہاں مسلمانوں کے اسلامی جذبہ پر شب خون مارنے کے لیے آستین کے سانپ تلاش کیے جنہوں نے اپنے فرنگی آقا کی رضا کے لیے کھلم کھلا اور در پردہ اسلامی اتحاد اور مفادات کو ان کی بھینٹ چڑھا دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سرد کرنے کے لیے انگریز کی من پسند تفاسیر لکھیں۔ اور حرمتِ جہاد کے فتوے صادر کیے۔ ان لوگوں کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے جذبۂ عشقِ رسول کو ختم کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار پر طعنہ زنی کے دروازے کھول دیئے۔ غرضیکہ اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے اور انگریزی اقتدار کو استحکام پہنچانے کے لیے انتہائی اقدامات سے بھی دریغ نہ کیا۔

Marfat.com

اُس پُر آشوب دور میں ایک عاشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا جس نے وحدت ملی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ اس عاشقِ رسول کو دنیائے عرب و عجم امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔ آپ نے لادینی طاقتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور علماء فضلاء کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو آج تک میدانِ عمل میں سرگرم عمل ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اِس قدر طویل ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں آپ نے ذہنی طور پر منتشر مسلمانوں کو عشقِ رسول کے گرد اکٹھا کیا اور دار العلوم بریلی کی بنیاد رکھی جس نے پورے عالمِ اسلام میں عشقِ رسول کی ایک تحریک پیدا کر دی۔ آپ ہی کی مومنانہ فراست نے مسلمانوں کو دو قومی نظریہ سے روشناس کروایا۔ آپ نے انیسویں صدی کے آخر ہی میں پٹنہ کی سنی کانفرنس میں مسلمانوں کو ہندوؤں سے علیٰحدہ رہنے کا مشورہ دے کر دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھ دی۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی معاشی و اقتصادی بدحالی کو دور کرنے کے لیے ۱۹۱۲ء میں رسالہ "تدبیر فلاح و نجات" شائع کر کے مسلمانانِ ہند کی معاشی و اقتصادی مشکلات کا حل تجویز فرمایا۔ آپ کی زندگی کے آخری دنوں میں جب تحریکِ ترکِ موالات میں ہندو مسلم ادغام کی کوشش کی گئی تو آپ نے بسترِ مرگ پر سے اس اسلام دشمن تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلمانانِ پاک و ہند کی سیاست کو ایک عظیم المیے سے بچایا۔

۱۹۲۰ء میں ہندوستان کے ایک نامور عالمِ دین مولانا عبد القدیر بدایونی نے ہندوستان میں مذہب کی بنیاد پر مسلمانوں کے لیے ایک آزاد اسلامی مملکت کا تصور پیش کیا جو کہ ۱۹۲۵ء میں مفصل اضافوں کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہوا۔ مولانا عبد القدیر رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ تجاویز کے مندرجات علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ۱۹۳۰ء میں پیش کردہ نظریہ پاکستان سے تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا عبد القدیر رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ مذہبی نظریہ کی روشنی میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۰ء میں الٰہ آباد کے خطبہ صدارت میں نظریہ پاکستان کو سیاسی

Marfat.com

طور پر پیش کیا۔

(iii)، بزرگانِ دین نے مسلمانانِ ہند کی تعلیمی کمی کو پورا کرنے اور انہیں جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے بھی متعدد رہبر کوششیں کیں۔ انہیں بزرگوں کی مساعیِ جمیلہ کے طفیل آج مسلمانوں میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ نظر آتا ہے۔ علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی میں تبدیل کروانے والے اور یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاالدین امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں سے تھے اور یونیورسٹی کے پہلے صدر مدرس ڈاکٹر سید سلیمان اشرف امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص تھے۔ جب ریاست حیدر آباد دکن میں نظام سرکار کی سرپرستی میں یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تو صدرالشریعت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ اسی طرح پاکستان کی واحد اسلامی یونیورسٹی جامعہ عباسیہ بہاولپور کی بنیاد مشہور عالم دین اور فرید العصر مولانا غلام محمد گولڑوی نے رکھی۔

۱۱۔ ایک موقعہ پر ہندوستان کے متعصب ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے اور انہیں ہندوستان سے نکال باہر کرنے کے لیے شدھی اور سنگھٹن جیسی رسوائے زمانہ تحریکات کا اجراء کیا گیا تو علمائے حق نے ان تحریکوں کا بے حد منظم طریقے سے مقابلہ کیا۔ ان علمائے ملت کی دن رات کی لگن اور محنتِ شاقہ کے سبب تقریباً تمام متاثرین اپنے آبائی مذہب اسلام پر واپس لوٹ آئے اور بے شمار ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح شدھی اور سنگھٹن کی کمر توڑ دی۔ اس سلسلے میں جماعتِ رضائے مصطفےٰ (بریلی شریف)، انجمن خدامِ صوفیہ (علی پور شریف)، انجمن نعمانیہ لاہور کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

۷۔ علمائے حق مسلمانانِ پاک و ہند کی مذہبی و سیاسی رہنمائی کو ایک اہم فریضہ سمجھتے تھے۔ اسی لیے ۱۹۲۵ء میں ملک بھر کے نمائندہ علماء و مشائخ کے ایک کنونشن میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کے اراکین نے سیاسی فضا سے علیحدہ اور دینی حدود میں رہتے ہوئے تحریکِ آزادی ہند کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس نے ہندو مسلم اتحاد کی پُرخطر فضا میں مسلم لیگ کو ایک سازگار اسلامی ماحول فراہم کیا جس کی بدولت مسلم لیگ کو مطالبہ پاکستان پیش کرنے کی توفیق ہوئی اور قائد اعظم

Marfat.com

اور علامہ اقبال جیسے عظیم رہنما میسر آئے جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں مسلمانانِ ہند کی رہنمائی فرمائی
علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ نظریہ پاکستان کی تائید کرنے والے عوامی رہنماؤں میں سُنی کانفرنس
کے ناظم اعلیٰ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی ایڈیٹر ماہنامہ السوادِ اعظم پیش پیش تھے۔

۱۱۱۔ جب ہندوستان کے تمام اسلامی مکاتیبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علما کی نمائندہ سیاسی
تنظیم جمیعت العلمائے ہند کے بعض سرکردہ رہنماؤں نے ذاتی مفادات کی خاطر جبہ و دستار گاندھی کی
لنگوٹی سے منسلک کرنے کا غیر اسلامی اقدام اٹھایا تو علمائے حق نے جمیعت العلمائے ہند کے مقابلے
میں سیاسی افق پر مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے جمیعت العلمائے کانپور کی بنیاد رکھی جس نے ملک بھر میں
کانگریسی اور نیشنلسٹ علماء کے عزائم کو بے نقاب کیا اور علماء کو سیاسی میدان میں غلط روی سے بچا
لیا۔ اِن علمائے حق میں مولانا آزاد سبحانی۔ مولانا عبدالماجد بدایونی۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی۔ مولانا نثار
کانپوری وغیرہ نے نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۱۱۱۔ علماء و مشائخ کی نمائندہ آل انڈیا سنی کانفرنس نے شروع ہی سے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا
اور ہر جائز اقدام پر مسلم لیگ کی تائید کی جب ہندوستان کے ایک مشہور عالم دین مولانا حسین احمد
مدنیؒ نے جذبات کی رو میں بہہ کر نعرہ لگایا کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" تو ولی کامل اور قلندرِ وقت
علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس غیر اسلامی نظریے کی سختی سے تردید کی۔ اس موقع پر علمائے حق نے علامہ
اقبال کا بھرپور ساتھ دیا۔ جب ۱۹۴۰ء میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو اس موقع پر سرکردہ
علمائے ملت سٹیج پر موجود تھے۔ یہاں تک کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم نشر و اشاعت مولانا
عبدالحامد بدایونی نے قرارداد پاکستان کے حق میں ایک پُراثر تقریر کی۔ جب تحریکِ پاکستان کا آغاز
کیا گیا تو اکثر علمائے حق اور مشائخِ عظام نے اِس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اکثر شہروں اور
ضلعوں میں مسلم لیگ کی قیادت اور رہنمائی کی ذمہ داریاں انہیں لوگوں نے سرانجام دیں۔ جوں جوں
مطالبہ پاکستان زور پکڑتا گیا تحریکِ پاکستان کے مخالفین کی طرف سے یہ تاثر عام کیا جانے لگا کہ دیندار
طبقہ من حیث الجماعت قیام پاکستان کے حق میں نہیں ہے۔ اِس مہلک تاثر کو دور کرنے کے لیے

Marfat.com

آل انڈیا سنی کانفرنس نے ۱۹۴۶ء میں بنارس کے مقام پر ہندوستان بھر کے علماء و مشائخ کا ایک عظیم اور تاریخ ساز اجتماع منعقد کیا جس میں سات ہزار کے قریب علماء و مشائخ اور لاکھوں کی تعداد میں عوام نے شرکت کی۔ کانفرنس کے موقع پر علمائے حق نے تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کو بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کی مطالبہ پاکستان میں ہر طرح سے مدد کی جائے۔ اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے مسلم لیگ مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائے تو علمائے کرام خود تحریک پاکستان کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

۱۱۱۷۔ تحریک پاکستان کے دوران ایک موڑ ایسا بھی آیا جب مارِ آستین کی وجہ سے شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان پاکستان سے علیحدہ ہونے اور ہندوستان میں شامل ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ اس موقع پر فیصلہ کے لیے ریفرنڈم کروانے کا اعلان کیا گیا۔ ان حالات میں سرحدی گاندھی کے طلسم کو توڑنے کے لیے جو مضبوط ٹیم میدان میں آئی اُن میں سے اکثر کا تعلق علمائے حق سے تھا اور اِس وفد کی قیادت پیر صاحب مانکی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے۔ وفد نے سرحد اور بلوچستان کے چپے چپے کا دورہ کیا اور اپنی شعلہ بیانیوں سے عوام کے جذبات کا رخ تحریک پاکستان کے حق میں موڑ دیا۔ علمائے حق کی مخلصانہ کوششوں کی وجہ سے صوبہ سرحد اور بلوچستان کے عوام نے ریفرنڈم میں پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا اور اِس طرح یہ صوبے پاکستان کا حصّہ بن گئے۔

۱۸۔ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے مسلم ممالک کی اخلاقی و سیاسی امداد بے حد اہمیت کی حامل تھی۔ لیکن اسلامی دنیا اور خصوصی طور پر بلادِ عرب میں انگریزوں کے مذموم پراپیگنڈہ کی وجہ سے تحریکِ پاکستان کو مسلمانانِ ہند کی ایک نسل پرستانہ تحریک سمجھا جاتا تھا اِسی وجہ سے عرب سربراہانِ مملکت تحریک پاکستان کی حمایت میں کچھ زیادہ پُرجوش نہ تھے۔ اِن نازک لمحات میں عرب عمائدین تک تحریکِ آزادی ہند کی صحیح صورتِ حال پہنچانے اور نظریہ پاکستان کا مدعا بیان کرنے کے لیے مسلم لیگ کے ایک وفد نے عرب ممالک کا تفصیلی دورہ کیا اور

Marfat.com

عرب سربراہانِ مملکت کو تحریکِ پاکستان کی صحیح صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس وفد کی قیادت مبلغِ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی فرما رہے تھے۔ تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں عرب اور دوسرے اسلامی لیڈروں کی حمایت اِسی وفد کی کاوشوں کا نتیجہ تھی۔

غرضیکہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں سے متعلق کسی معاملے میں بھی علمائے حق کی خدمات کسی جماعت سے کم نہیں۔ آزادی کی جس چنگاری کو مولانا فضل حق خیرآبادی نے ۱۸۵۷ء میں اپنے لہو سے روشن کیا تھا۔ علمائے حق نے اُسے شعلہ جوالہ بنا کر دم لیا اور ٹھیک نوّے سال بعد ۱۹۴۷ء میں پاکستان جیسی عظیم اسلامی سلطنت وجود میں آئی۔ اِس جدوجہد کے دوران انہوں نے بے شمار قربانیاں دیں۔ لیکن علمائے حق راستے کے پُرخار ہونے کے باوجود ثابت قدمی سے اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور آخر کار منزلِ پاکستان کو پا لیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد:۔ (۱) پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی اس کے وجود کو ختم کرنے کے لیے اندرونی اور بیرونی سازشوں کے جال بچھا دیئے گئے۔ انہی سازشوں کے نتیجہ میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کشمیر میں جنگ کا آغاز کر دیا گیا۔ چونکہ علمائے حق نے پاکستان بنانے میں بڑی بڑی قربانیاں دی تھیں۔ اس لیے وہ اس کی حفاظت کے فرض سے بھی غافل نہیں تھے جنگِ کشمیر کے موقع پر ایک طرف سامراج کے آلہ کار مذہبی راہنماؤں نے جہاد کے خلاف فتوے جاری کئے۔ لیکن دوسری طرف علمائے ربانی نے جنگِ کشمیر کو جہاد سمجھ کر اس میں بھرپور حصہ لیا۔ میدانِ کارزار میں دادِ شجاعت دی۔ کشمیری مہاجرین اور متاثرینِ جنگ کے لیے ہر قسم کی امداد بہم پہنچائی۔ اس سلسلے میں عظیم خدمات سرانجام دینے پر مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کو غازیٔ کشمیر کا لقب دیا گیا۔ علاوہ ازیں پیر مہر شاہ بھیروی اور دوسرے اکابرینِ ملت نے بھی نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔

(۲)۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کی مرزائی تحریک مسلمانوں کے جسم میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتی تھی۔ متحدہ ہندوستان میں تو انگریزوں کی سرپرستی کی وجہ سے اس تحریک کے

Marfat.com

خلاف عوامی اور ملکی سطح پر آواز نہ اٹھائی جا سکتی تھی لیکن قیامِ پاکستان کے بعد ایک آزاد اسلامی ملک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہونے والے افراد کو برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اِسی لیے علمائے حق نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز کیا۔ اس تحریک کے دوران ممتاز علمائے کرام اور مشائخ عظام نے گرفتاریاں پیش کیں اور حکومت کے ہتھکنڈوں کو ناکام بنا دیا۔ تحریک کی رہنمائی کرنے کی پاداش میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ اور مولانا خلیل احمد قادری کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ اس عظیم جدوجہد نے قادیانی سرگرمیوں کو کافی حد تک کم کر دیا۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کی سازشیں پھر عروج پر پہنچ گئیں تو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت کے نام سے گورننگ باڈی کا قیام عمل میں لایا گیا جس نے پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف جذبات کو ایک عظیم تحریک کی صورت میں بدل دیا اور اسطرح ٹیم میدان میں آئی تحریکِ ختمِ نبوت چلی۔ مجلس عمل کی تمام اہم ذمہ داریوں کو علمائے حق نے ہی سرانجام دیا اور ان ہی کی قیادت میں مسلمانانِ پاکستان نے قادیانیوں کے خلاف ایسی منظم بھرپور اور ملک گیر تحریک چلائی کہ حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ تحریک کی کامیابی کے نتیجہ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ ہوا جس نے پوری دنیا میں قادیانی مشنریوں کو زبردست نقصان پہنچایا اور لوگ قادیانیوں کو دشمنانِ اسلام کی حیثیت سے پہچاننے لگے۔

۱۹۷۷ء میں ان علمائے ملت نے نظام مصطفےٰ کے حصول کے لیے تحریک نظام مصطفےٰ چلانے کا فیصلہ کیا تو پورے ملک کے عوام نے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے عظیم قربانیاں دیں۔ ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک علمائے حق نے عوام کے جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے تحریک کی قیادت کی۔ اس سلسلے میں لاکھوں کی تعداد میں علماء اور ان کے پیروکاروں نے گرفتاریاں پیش کیں۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جانوں کے نذرانے پیش کیے اور آخر کار تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی

Marfat.com

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں :- علمائے حق کے زرّیں کارنامے پاک و ہند میں ان کے شاندار ماضی کے آئینہ دار ہیں۔ ان کارناموں کو سمیٹنے کے لیے کافی وقت درکار ہے اور ان کا احاطہ ناممکن ہے۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس مملکت کے حصول کی خاطر ہمارے اسلاف نے عظیم قربانیاں دیں، جس وطنِ عزیز کے قیام کی خاطر انہوں نے اپنی پوری توانائیاں صرف کر دیں اور جس ملک کو انہوں نے عظیم جدّ و جہد اور کوشش کے بعد حاصل کیا آج اسی پاکستان میں ان کے خلاف منظم سازشیں پروان چڑھ رہی ہیں۔

سانحہ یہ ہے کہ تحریکِ پاکستان جس کے لیے علمائے حق نے بیش بہا قربانیاں دیں۔ دن رات ایک کر دیا مسلم لیگ اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اجلاس اور جلسے منعقد کیے، اپنے تمام مریدین اور معتقدین کو مسلم لیگ میں شمولیت اور پاکستان کے حق میں ووٹ دینے پر مجبور کیا۔ بنگال سے لے کر سرحد تک اپنی شعلہ بیانیوں سے مسلمانوں کے جذبات میں آگ لگا کے رکھ دی، ملک بھر کے طوفانی دُورے کیے آج اسی پاکستان میں یہ آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ علماء و مشائخ نے مجموعی لحاظ سے پاکستان بنانے میں کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ ہاں چند علماء نے ذاتی مصلحتوں اور وجوہات کے تحت تحریکِ پاکستان میں جزوی شمولیت کی۔ ان ہی حالات کو دیکھ کر سردار عبدالرب نشتؔر مرحوم نے فرمایا تھا۔

؎ نیرنگیٔ سیاستِ دُوران تو دیکھیے ۔۔۔ منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

اسلاف کی قربانیاں اور ہم :- جب ان حالات پر سوچتے ہیں تو جگر خون کے آنسو روتا ہے ۔ دماغ شل ہو جاتا ہے سوچیں ساتھ چھوڑ جاتی ہیں۔ دل کو یقین نہیں آتا اور قلم لکھنے کو تیار نہیں ہوتا۔

لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس سے آنکھیں چرانا ناممکن ہے وہ اس لیے کہ

Marfat.com

ہمارے اسلاف نے پاکستان کی بنیادوں کو اپنے خون سے تعمیر کیا لیکن ہم نے ان کی قربانیوں پر اپنی آسائشوں کے محل تعمیر کر لیے۔ ہمارے محسنین نے تقریباً ایک سو سال تک ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کو اپنی جدوجہد کا مرکز و محور بنایا لیکن ہم ان کے حالات اور قربانیوں کو نئی نسل تک پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہم اپنی سہل پسندی اور سُست روی کی وجہ سے تحریک آزادیٔ ہند کے مستند حالات واقعات تاریخ کے اوراق میں محفوظ نہ کر سکے۔ آج ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے تاریخ دان ہمارے اسلاف کو تاریخ کے اوراق میں جگہ دینے کے لیے تیار نہیں اور ہم اس سلسلے میں اصرار نہیں کر سکتے کیونکہ ہم نے اس میدان میں بہت کم کام کیا ہے ہماری سستی کوتاہی اور عاقبت نااندیشی کی وجہ سے تاریخ آزادیٔ ہند اور تاریخ پاکستان کو یکسر بدل دیا گیا ہے۔ قوم کے غداروں کو قوم کا محسن قرار دیا جا رہا ہے اور قوم کے محسنین کو گمنامی کے گڑھوں میں دھکیلا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے وقوع پذیر ہو رہا ہے لیکن ہم خاموش بیٹھے سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

اس قومی سطح پر دھاندلی اور تاریخی بددیانتی کے سلسلے میں ہمیں غیروں سے قطعاً شکوہ نہیں ہے کہ انہوں نے تحریک آزادیٔ ہند اور تحریکِ پاکستان میں علمائے حق کے تاریخ ساز اور درخشاں کردار کو نظر انداز کیا۔ افسوس نام نہاد اپنوں کی بے حسی اور کور ذوقی پر ہے جنہوں نے چشم پوشی اور غفلت شعاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے غیرارادی طور پر جانبدار مؤرخوں کو تاریخ اپنے حق میں تبدیل کرنے کی اجازت دی۔ ہمیں گلہ علمائے حق اور مشائخ عظام کے ان معتقدین اور متعلقین سے ہے جو خود کو علمائے اکرام اور مشائخ عظام کے روحانی و نورانی مشن کے وارث تو قرار دیتے ہیں لیکن اپنے بزرگوں اور اکابرین کے عظیم مشن کو عوام میں روشناس کروانا تو در کنار ان کی شخصیات کے تذکرے اور عظیم کارہائے نمایاں کے ریکارڈ جیسی نعمت غیر مترقبہ

Marfat.com

کو بھی محفوظ نہ رکھ سکے

لیکن اگر آج بھی

پس چہ باید کرد :-

۶۔ ہم میں احساس ذمہ داری موجود ہے۔

۶۔ ہماری بے حسی نے انتہائی صورت اختیار نہیں کی۔

۶۔ ہماری بزرگانِ دین اور علمائے امت سے عقیدت ماند نہیں پڑ گئی۔

۶۔ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی سکت موجود ہے۔

۶۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی لگن رکھتے ہیں۔

۶۔ نظریۂ پاکستان پر مکمل یقین ہے۔

اور اگر ہمیں پاکستان کے مستقبل اور سلامتی سے ذرہ برابر دلچسپی ہے تو آج بھی اسلام اور پاکستان کے ان عظیم فرزندوں کی قربانیوں کو رائیگاں جانے سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس کی چند عملی صورتیں اس طرح ہیں۔

(۱) تحریکِ پاکستان کے جو کارکنان اور رہنما بقیدِ حیات ہیں ان سے ملاقات کر کے ان کے مکمل حالاتِ زندگی قلمبند کیے جائیں۔ تحریک آزادیٔ ہند سے متعلق ان کے چشم دید مشاہدات اور واقعات معلوم کیے جائیں۔ ان کی ذاتی ڈائریاں اور روزنامچے لے کر ان کی ترتیب و تدوین کی جائے۔ ان کے متعلق اخبارات و رسائل میں چھپنے والے مواد کا کھوج لگایا جائے۔ ان کے متعلق غیر مطبوعہ مواد اور قلمی نسخوں کو جمع کیا جائے۔

(۲) تحریکِ پاکستان کے جو اکابرین یا کارکنان ہم میں موجود نہیں ان کے متعلق مطبوعہ و غیر مطبوعہ مواد اکٹھا کیا جائے، اس سلسلے میں ان کے تحریکی ساتھیوں، بزرگوں، دوستوں، رشتہ داروں اور معتقدین سے مل کر معلومات جمع کی جائیں اور باقاعدہ تصدیق شدہ واقعات و حالات کی بنیاد پر تذکرے ترتیب دیئے جائیں۔

Marfat.com

(۱۱۱) اگر ہم پچھلی تمام کوتاہیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ آئندہ تاریخ کو مسخ ہونے سے بچائیں۔ اس سلسلے میں صرف ایک ہی راستہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد کی تحریکوں مثلاً تحریک جہادِ کشمیر، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ میں علماء و مشائخ کے درخشاں کارناموں، مجاہدانہ خدمات اور تاریخ ساز کردار کو محفوظ کرلیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ابھی سے اپنے بزرگوں اور اکابرین ملت کے حالات و واقعات، ملّی خدمات اور کارنامے اکٹھے کیے جائیں۔

۶۔ دعوتِ عمل:- رہا یہ سوال کہ یہ عظیم کام کون سرانجام دے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کام کو ہر فرد سرانجام دے سکتا ہے صرف ہمت مردانہ، جذبۂ ایمانی، قوتِ عشق، کام کی لگن، خدمت کی تڑپ اور سوچ کی بلندی کی ضرورت ہے۔ علمائے حق اور مشائخ عظام کے حالات کو اکٹھا کرنا ان کے تمام معتقدین اور عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ جس کا نبھانا ازحد ضروری ہے۔ ایک عام قاری اپنے علاقے کے کسی بھی بزرگ یا اس کے متعلقین سے مل کر اس کے عظیم ملی و ملّی کارناموں کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ادبی چاشنی کی ضرورت نہیں ہے واقعات حالات کو عام پیرائے میں بیان کیا جائے۔ اور متعلقہ لوگوں تک پہنچا دیا جائے جو اس کو خود بخود معیاری رنگ میں ڈھال لیں گے۔ اگر ایک قاری کم از کم ایک بزرگ کے حالات فراہم کرتا ہے تو سینکڑوں کی تعداد میں اکابرینِ ملت کے حالات یکجا کیے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

دین کے آئینے میں

دینی رہنمائی کے لیے سوال وجواب کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔
ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی کی خواہش پر پاکستان کی مشہور و معروف شخصیت حافظ القرآن والحدیث علامہ سید جلال الدین شاہ صاحب آف بکھی شریف نے اس خدمت کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ اپنے سوالات صاف اور خوشخط لکھ کر بنام انچارج "دین کے آئینے میں" ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی کو ارسال کریں۔ (ادارہ)

سوال:۔ قبر میں جہاں بہت سے سوال پوچھے جاتے ہیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ایک سوال "ما تقول فی حق ھذا الرجل" کے الفاظ میں پوچھا جاتا تھا۔ کیا یہ سوال اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا پہلی امتوں سے بھی ایسا سوال کیا جاتا ہے

(میاں علم الدین راولپنڈی)

جواب:۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ "الثریا یاظہار ماکان خفیا" میں لکھا ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کا ہونا آپ کی خصوصیت ہے کسی اور نبی کو یہ مقام اور مرتبہ حاصل نہیں کہ قبر میں اس کی نبوت اور رسالت کے متعلق سوال کیا جائے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

انما المقصود من السوال امورٌ۔ احدھا اظہار شرفِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

قبر میں "ما تقول فی حق ھذا الرجل" سوال کا مقصود فقط شرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہے۔

سوال :۔ آپ جانتے ہیں کہ شہروں میں استنجا فقط پانی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جب کہ ایک عالم سے میں نے سنا کہ استنجا میں پانی سے پہلے ڈھیلہ کا استعمال کرنا ضروری ہے کیا یہ بات صحیح ہے کہ پانی سے پہلے پتھر وغیرہ کا استعمال ضروری ہے۔

گل جان خان پشاور

جواب :۔ پانی سے استنجا کرنے سے کفایت ہو جاتی ہے ڈھیلہ ضروری نہیں۔ ہاں اگر پتھر وغیرہ استعمال کیا ہو تو اس کے بعد پانی سے استنجا کرنا کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب۔ خروج نجاست کی کیفیت جیسی ہوگی۔ ویسا حکم ہوگا۔ لیکن پانی کے استعمال سے واجب مستحب سب ادا ہو جائیں گے۔

سوال :۔ خانہ کعبہ کا وہ فوٹو جس میں طواف کرنے والوں کی تصویر نمایاں ہو۔ مسجد میں لگانا کیسا ہے اور اس مسجد میں نماز کا کیا حکم ہے؟

سید غلام سرور شاہ ۔ ایبٹ آباد

جواب :۔ جمہور علماء کرام کے نزدیک ہر ذی روح یعنی جاندار کا فوٹو کھنچوانا یا کھینچنا حرام ہے اور ایسی مسجد جس میں ایسی تصویریں آویزاں ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

سوال :۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ سابق انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم، حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ اپنے زمانہ میں پڑھا گیا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔

محمد شفیع روات ۔ راولپنڈی

جواب :۔ مذکورہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کے وقت یہ کلمہ کہلوایا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ ابراہیم رسول اللہ ۔ لا الٰہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ وغیرہ۔ اس کا ثبوت نزہۃ المجالس اور کتب سیرۃ میں ملتا ہے۔

Marfat.com

آنکھیں خدا کی بہت بڑی نعمت ہیں

حکمِ خداوندی ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (القرآن ۲ : ۱۹۵)

ترجمہ: اور نہ پھینکو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں ؎

اپنی آنکھوں کی حفاظت آپ کا فرض ہے

آنکھوں کو دھوپ سے بچائیں اور نظر کمزور ہونے کی صورت میں مزید کمزور ہونے سے بچانے کے لیے نظر کی عینک لگوائیں ؎

دیدہ زیب، پائیدار، آرام دہ، نظر اور دھوپ کی عینکیں، فریم، شیشے اور متعلقہ سامان کے لیے ہماری خدمات حاصل کریں

پیراماؤنٹ آپٹیکل کمپنی

۱۰۔ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

Marfat.com

میرا گھر میری جنّت

کرایے کے مکان میں آپ کب تک رہیں گے ؟

ہماری خوبصورت کالونیوں میں اپنا مکان بنائیے اور شاپنگ سنٹرز میں دکانیں

گلشن اقبال کالونی
پشاور روڈ۔ راولپنڈی

نیو افشاں کالونی
نزد افشاں کالونی راولپنڈی

پیپلز کالونی
کچہری روڈ۔ راولپنڈی

وقار شاپنگ سنٹر
متصل جنرل بس سٹینڈ راولپنڈی

ارشد مارکیٹ
مری روڈ۔ راولپنڈی

فاروق شاپنگ سنٹر
خیابان سرسید راولپنڈی

آج ھی تشریف لائیے

انٹرنیشنل ہاؤسنگ سوسائٹی (رجسٹرڈ)

۹-دی مال راولپنڈی فون: ٦٦٨٢٣

Marfat.com

میرا گھر میری جنّت

کرایے کے مکان میں آپ کب تک رہیں گے؟

ہماری خوبصورت کالونیوں میں اپنا مکان بنائیے اور شاپنگ سنٹرز میں دکانیں

گلشن اقبال کالونی پشاور روڈ۔ راولپنڈی	**نیو افشاں کالونی** نزد افشاں کالونی راولپنڈی
پیپلز کالونی کچہری روڈ۔ راولپنڈی	**وقار شاپنگ سنٹر** متصل جنرل بس سٹینڈ راولپنڈی
ارشد مارکیٹ مری روڈ۔ راولپنڈی	**فاروق شاپنگ سنٹر** خیابان سرسید راولپنڈی

آج ہی تشریف لائیے

انٹرنیشنل ہاؤسنگ سوسائٹی (رجسٹرڈ)

۹-دی مال راولپنڈی فون: ۶۶۸۲۳

Marfat.com

ے منزل

واتبع سبیل من اناب الیّ القرآن

INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES

ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی

Marfat.com